https://ataunnabi.blogspot.com/

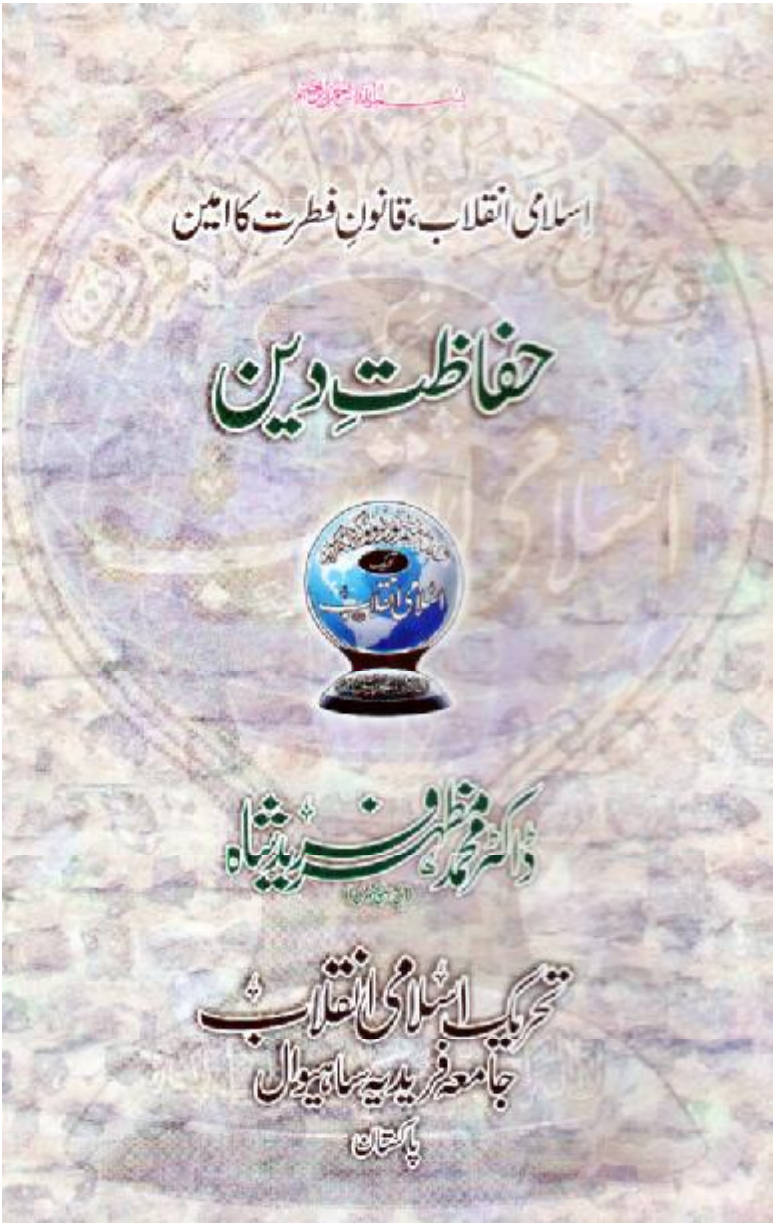

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- حفاظتِ دین

مصنف ---------- ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ (پی ایچ ڈی)

کمپوزنگ ---------- محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

مطبع ---------- فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک ساہیوال

040-4221485

تعداد ---------- ایک ہزار

اشاعت ---------- اگست 2011ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پہلی بحث: **دین کا تعارف**	12
2	i دین کا مفہوم	12
3	﴿الف﴾ لغوی مفہوم	12
4	﴿ب﴾ اصطلاحی مفہوم	13
5	﴿ج﴾ لغوی اور اصطلاحی مفہوم میں مناسبت	14
6	ii دین کی اہمیت	14
7	iii دین (اسلام) کی خصوصیات	15
8	﴿الف﴾ مقبولیت	15
9	﴿ب﴾ توحید	16
10	﴿ج﴾ وحدت و یکجہتی	16
11	﴿د﴾ تقویٰ کا وجہ امتیاز ہونا	17
12	﴿ہ﴾ اعتدال و توازن	17
13	1۔ تصورِ الٰہ میں اعتدال	17
14	2۔ نظامِ سیاست میں اعتدال	18
15	3۔ نظامِ معیشت میں اعتدال	18
16	﴿و﴾ رواداری	18
17	﴿ذ﴾ تعلیمات کا عام فہم ہونا	19
18	﴿ح﴾ غور و فکر کا داعی ہونا	19

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

19	﴿ط﴾ تبلیغی اور اصلاحی ہونا	19
20	﴿ی﴾ پاکیزگی کا دین ہونا	20
21	﴿ک﴾ عالمگیریت	21
22	﴿ل﴾ ہمہ جہتی ترقی	22
23	دوسری بحث: **حفاظت دین کا ایجابی پہلو**	23
24	**پہلا امر** : اُصولی عقائد	23
25	i ایمان باللہ	24
26	﴿الف﴾ وحی	24
27	1۔ وحی غیب تک پہنچے کا ذریعہ ہے۔	24
28	2۔ وحی عذاب الٰہی سے ڈرانے کا ذریعہ ہے۔	24
29	3۔ وحی معیارِ فکر و عمل ہے۔	24
30	﴿ب﴾ کائنات میں تدبر	25
31	﴿ج﴾ اپنی ذات میں تدبر	26
32	ii ایمان باللہ کے تقاضے	27
33	**پہلا تقاضہ** :محبت الٰہی	27
34	پہلی شرط: کثرت ذکر	29
35	دوسری شرط: صبر و تحمل	29
36	تیسری شرط: اطاعت مصطفیٰ ﷺ	31
37	چوتھی شرط: اَخلاقی حالت کو درست کرنا	31
38	**دوسرا تقاضا**: اطاعت الٰہی جل جلالہ/ اطاعت نبوی ﷺ	32
39	1۔ اطاعت الٰہی/ نبوی ﷺ فرض ہے اور عدم تعمیل جرم ہے۔	32
40	2۔ اطاعت الٰہی جل جلالہ/ نبوی ﷺ باعث رحمت ہے۔	32
41	3۔ اطاعت باعث فلاح ہے۔	33

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

42	4۔ مطیع وارث جنت اور عاصی لائق عذاب	33
43	5۔ اطاعت رسول سرچشمہ ہدایت ہے۔	33
44	6۔ اطاعت رسول ہی دراصل اطاعت الٰہی ہے۔	33
45	**تیسرا تقاضا**: اَللہ تعالیٰ پر توکل	34
46	1۔ لغوی معنی	34
47	2۔ اِصطلاحی معنی	34
48	3۔ توکل کی بابت ترغیبات	35
49	ii ایمان بالرسل	36
50	﴿الف﴾ نبی کا مفہوم	37
51	1۔ لغوی مفہوم	37
52	2۔ اصطلاحی مفہوم	39
53	﴿ب﴾ نبی کا مقام	40
54	﴿ج﴾ بعثت انبیاء کا مقصد	41
55	1۔ اتمام حجت	41
56	2۔ راہنمائی	42
57	3۔ عدل کو قائم رکھنا	43
58	4۔ صفات انبیاء	43
59	4.1 صدق	44
60	4.2 امانت	44
61	4.3 تبلیغ	45
62	4.4 فطانت	45
63	4.5 عصمت	46
64	iii ایمان بالیوم الآخر	46

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

65	﴿الف﴾ یوم آخرت پر ایمان کا مفہوم	46
66	﴿ب﴾ یوم آخرت پر ایمان کے تین تقاضے	47
67	**پہلا تقاضا**: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا	47
68	**دوسرا تقاضا**۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد احساسات کی بحالی	49
69	**تیسرا تقاضا**۔ دنیوی اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا ملنا	50
70	﴿ج﴾ آخرت پر ایمان کے مقاصد	51
71	1 تقویٰ اختیار کرنا	51
72	2 جواب دہی کا احساس	52
73	3 صبر و تحمل کا جذبہ پیدا کرنا	53
74	4 انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ	54
75	5 شجاعت و بہادری کا جذبہ پیدا کرنا	55
76	**دوسرا اَمر**: اُصولی عبادات	55
77	i عبادت قرآن و سنت کی روشنی میں	55
78	﴿الف﴾ عبادت کا مفہوم	55
79	﴿ب﴾ اظہار عبودیت قدیمی عمل ہے	56
80	﴿ج﴾ اسلام میں مرکز عبادت ہے	57
81	﴿د﴾ عبادت کے اہم فوائد	58
82	﴿ھ﴾ عبادت الٰہی وقت کا صحیح مصرف ہے	59
83	﴿و﴾ عبادت سے دائمی راحت ملتی ہے۔	59
84	﴿ز﴾ عبادت نفع بخش عمل ہے	60
85	﴿ح﴾ عبادت کے مقاصد	62
86	1۔ مقصد تخلیق کا احساس دلانا	63
87	2۔ معبود سے رابطہ	63

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

88	3۔عقیدۂ توحید میں مضبوطی پیدا کرنا	64
89	4۔حصول تقویٰ	64
90	5۔عجز پیدا کرنا	65
91	﴿ط﴾عبادت کی اہمیت ومقام	66
92	**تیسرا اَمر** :احسانیات واخلاقیات	68
93	i نوافل (غیر لازمی عبادت)	68
94	ii اخلاق حسنہ	69
95	﴿الف﴾لغوی مفہوم	69
96	﴿ب﴾ اصطلاحی مفہوم	69
97	﴿ج﴾ مقام خلق	70
98	1۔ قرآن کی روشنی میں	70
99	2۔سنت کی روشنی میں	70
100	3۔شرائط خلق	71
101	﴿ھ﴾ارکان خلق	72
102	﴿و﴾ اخلاق کی اصل	73
103	﴿ز﴾ پیدائش فضائل ورذائل	74
104	﴿ح﴾اخلاق کی تغیر پذیری	75
105	﴿ط﴾حُسنِ اَخلاق کا حصول	77
106	1۔دادالٰہی سے	77
107	2۔کسب سے	77
108	﴿ی﴾حسن خلق کی تمیز اور اس کی علامتیں	78
109	تیسری بحث: **حفاظت دین کا سلبی (دفاعی) پہلو**	79
110	i جہاد کا تعارف	79

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

111	﴿الف﴾ جہاد کا مفہوم	79
112	1۔لغوی مفہوم	79
113	2۔اصطلاحی مفہوم	79
114	﴿ب﴾ جہاد کے معاشرتی مفادات	81
115	1 عمرانی استحکام	81
116	2۔بہبود عامہ	81
117	3۔حفاظت دین میں حائل رکاوٹوں کے خلاف جہاد	82
118	3.1 فکری جمود	82
119	3.2 قولی نقائص	83
120	3.2.1 کذب بیانی	83
121	3.2.2 خوشامد	83
122	3.2.3 فحش گوئی	84
123	3.2.4 کتمان حق	84
124	3.2.5 طعنہ زنی	85
125	4۔شیطانی قوت	88
126	5۔کفار ومشرکین	89
127	5.1 مشروعیت جہاد	91
128	5.2 جہاد کے اہم بنیادی مقاصد	94
129	1۔ ابتلاء وآزمائش	94
130	2۔اعلائے کلمہ حق	94
131	3۔ توکل کی پیدائش	95
132	4۔ استیصال تشدد	95
133	5.3 مشروعیت کا پس منظر	96

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

134	5.4 رموزِ فتح	98
135	الف۔ فضلِ الٰہی نہ کہ سامانِ حرب کی فراوانی	98
136	ب۔ ثابت قدمی اور ذکرِ الٰہی	98
137	ج۔ اطاعت اللہ، اطاعتِ رسول کی مصالحت	98
138	د۔ صبر و تحمل	98
139	ھ۔ عجز و انکساری	99
140	و۔ توکل کرنا	99
141	ح۔ بے خوفی	99
142	5.5 فضیلتِ جہاد	99
143	الف۔ تائیدِ الٰہی	100
144	ب۔ حصولِ عظمت	100
145	ج۔ مستجاب الدعوات ہونا	101
146	د۔ بلاحجاب ہم کلامِ خدا ہونا	101
147	ھ۔ جہاد کا مرغوب النبی ﷺ ہونا	101
148	و۔ مجاہد کا معصیت سے پاک ہونا	102
149	ii ارتداد کا تعارف	103
150	﴿الف﴾ ارتداد کا مفہوم	103
151	1۔ لغوی مفہوم	103
152	2۔ اصطلاحی مفہوم	103
153	﴿ب﴾ ارتداد کی سزا	104
154	1۔ قتل	104
155	2۔ املاک کا ضبط کرنا	105
156	﴿ج﴾ مرتدہ کے قتل کی بابت اختلافِ رائے	105

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

157	﴿د﴾ اِرتداد اور توبہ سے متعلق آراء	106
158	﴿ھ﴾ مرتد کیلئے مہلت کا مسئلہ	106
159	﴿و﴾ مرتد کیلئے سزا میں مصلحت	106
160	﴿ز﴾ قتل مرتد حریت فکر کے خلاف نہیں	107
161	iii بدعت کا تدارک	108
162	﴿الف﴾ بدعت کا مفہوم	108
163	1۔ لغوی مفہوم	108
164	2۔ اصطلاحی مفہوم	108
165	﴿ب﴾ اقسام بدعت	110
166	پہلی قسم: بدعات واجبہ	110
167	دوسری قسم: بدعات محرمہ	111
168	تیسری قسم: بدعات مستحبہ	111
169	چوتھی قسم: بدعات مکروہہ	111
170	پانچویں قسم: بدعات مباحہ	112

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پہلی بحث دین کا تعارف

i دین کا مفہوم

﴿الف﴾ لغوی مفہوم

لغت عرب میں لفظ ''دین'' کے متعدد معانی ہیں۔

پہلا ملکیت: کسی چیز کا مالک ہونے پر اہل عرب کہتے ہیں ''دنتہ'' یعنی میں اس شی کا مالک ہو گیا۔

دوسرا عادت: کسی مسلسل عادت پر اہل عرب کہتے ہیں ''مازال ذلك دینی'' یعنی یہ میری مسلسل عادت ہے۔

تیسرا محاسبہ: اہل عرب کہتے ہیں '' دان نفسه '' یعنی اُس شخص نے اپنا محاسبہ کر لیا ہے۔

چوتھا حالت: نضر بن شمیل کا کہنا ہے کہ میں نے ایک اعرابی سے کسی کام کی بابت استفسار کیا تو اس نے مجھے کہا '' لو لقیتنی علی دین غیر هذه لاخبرتك ''

یعنی اگر تو مجھے کسی دوسری حالت میں ملے گا تو میں تجھے مطلع کر دوں گا۔

پانچواں عزت: عزت پانے والے شخص کی بابت عرب کہتے ہیں '' دان الرجل '' یعنی آدمی معزز ہوا۔

چھٹا ذلت: ذلت اٹھانے والے کی بابت کہا جاتا ہے۔'' دان الرجل '' یعنی آدمی ذلیل ہوا۔

ساتواں اطاعت: جیسے '' دان الرجل '' یعنی آدمی نے اطاعت کی۔

آٹھواں نافرمانی: جیسے '' دان الرجل '' یعنی آدمی نے نافرمانی کی

نواں خیر/شر: جیسے '' دان الرجل '' یعنی اُس شخص نے خیر/شر کو اختیار کیا۔

دسواں سیاسی ولایت: جیسے '' دینته القوم '' یعنی میں نے فلاح شخص کو قوم کے سیاسی امور کا والی بنا دیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گیارہواں ورع یعنی پرہیز گاری

بارہواں قہر وغضب (1)

﴿ب﴾ اصطلاحی مفہوم

راغب اصفہانی لکھتے ہیں

" ھوا اسم لما شرع اللہ تعالیٰ لعبادہ علی لسان الانبیاء ولیتوصلوا بہ الی جوار اللّٰہ "(2)

یعنی دین اُن امور کو کہا جاتا ہے جنہیں اللہ جل جلالہ نے انبیاء ومرسلین کے ذریعہ اپنے بندوں کیلئے مشروع کیا تا کہ وہ ان امور کے ذریعہ اللہ تک رسائی حاصل کر سکیں۔

علامہ سید شریف علی بن محمد الجرجانی نے دین، ملت اور مذہب کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

" وقیل الفرق بین الدین والملۃ والمذھب ان الدین منسوب الی اللہ تعالیٰ والملۃ منسوبۃ الی الرسول والمذھب منسوب الی المجتہد "(3)

یعنی دین، ملت اور مذہب میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ دین اللہ جل جلالہ کی طرف منسوب ہے، ملت رسول کریم ﷺ اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔

محمد عبداللہ دراز لکھتے ہیں

" الدین وضع الھی سائق لذوی العقول السلیمہ باختیارھم المحمود الی الصلاح فی الحال والفلاح فی المآل "(4)

یعنی دین وہ قانون الٰہی ہے جو عقل سلیم رکھنے والے افراد کو ان کے اختیار سے دنیا کی بھلائی اور

---

(1) ابن منظور ، لسان العرب ، ص 170/13
الفیروز آبادی ، القاموس المحیط ، ص 225/4

(2) الراغب الاصفہانی ، حسین بن محمد ، مفردات ، ص 491

(3) الجرجانی ، التعریفات ، ص 47

(4) محمد عبد اللہ دراز ، کتاب الدین ، ص 9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آخرت کی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔

تعریف دین سے واضح ہو گیا کہ دین، وضع الٰہی ہے خدائی قانون ہے، انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطے، تجربات و مشاہدات دین کہلانے کے مجاز نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا

{ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ }(1)

یعنی اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کر لیتا ہے تو اس کا وہ دین قابل قبول نہیں ہے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

﴿ج﴾ لغوی اور اصطلاحی مفہوم میں مناسبت

دین کے لغوی مفہوم میں کافی وسعت ہے اُن معانی میں سے عاجزی اور طاعت کا مفہوم اصطلاحی مفہوم کی نسبت سے زیادہ واضح ہے۔ یہی لغوی مفہوم شرعی مفہوم کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے تاہم لغوی مفہوم کے عاجزی اور طاعت کا دائرہ بہ نسبت شرعی مفہوم کے عاجزی اور طاعت سے وسیع تر ہے کیوں کہ لغوی مفہوم میں بتوں، درختوں، انسانوں، مظاہر قدرت کیلئے عاجزی اور طاعت بھی شامل ہو جاتی ہے جبکہ "دین" کے شرعی مفہوم میں عاجزی و طاعت فقط اللہ جل جلالہ کیلئے مخصوص ہے۔

ii دین کی اہمیت

انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ جسم ۲۔ روح

انسان کو زندگی گزارنے کیلئے ایسے قواعد و ضوابط کی ضرورت ہے کہ جو بیک وقت جسم اور روح دونوں کی ترقی کے ضامن ہوں۔ انسان نے اپنی عقل و خرد کو حرکت میں لا کر جسم کی ضروریات کا اہتمام تو کسی حد تک کر لیا مگر روح کے غیر مرئی ہونے کی وجہ سے اس کی نزاکتوں کا احساس کر کے

(1) آل عمران 85:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کی بقا اور خوشی کا سامان فراہم نہ کر سکا۔ دین نے ہمیں وہ متوازن اصول فراہم کئے ہیں کہ ان پر عمل کر کے جسم کی پرورش کے ساتھ ساتھ روح کی زندگی اور تابندگی کو بھی قائم رکھا جا سکتا ہے۔ دین نے ہمیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا اور آخرت کی زندگی کیلئے دنیا میں کام کرنے کی تلقین کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ }(1)

یعنی اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے اور بلا شبہ یقیناً آخرت کا گھر ہی (اصل) زندگی ہے کاش کہ یہ کافر جانتے ہوتے

روح کی تسکین کا سامان دین نے ان کلمات سے فراہم کیا ہے۔

{ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ }(2)

یعنی آگاہ ہو جاؤ اللہ کا ذکر ہی دلوں کے اطمینان کا باعث ہے

عقل آخرت کے امور کے حوالہ سے حجاب میں ہے عقل دنیوی زندگی میں تو کسی حد تک راہنمائی کر سکتی ہے مگر آخرت کیلئے راہنما اصول کی فراہمی دین ہی کا کام ہے۔ عقل اس سے قاصر ہے۔

iii دین (اسلام) کی خصوصیات

﴿الف﴾ مقبولیت

دین اسلام کی پہلی خصوصیت اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں اس (دین) کا پسندیدہ اور مقبول ہونا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ }(3)

(1) العنکبوت، 64:29
(2) الرعد، 28:13
(3) آل عمران، 19:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی بے شک اللہ کے نزدیک دین تو (صرف) اسلام ہی ہے۔

نیز فرمایا

{ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ }(1)

یعنی اور جو شخص اسلام کے علاوہ (کسی دوسرے) دین کا طلبگار ہوگا پس اُس شخص کی طرف سے اُسے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

﴿ب﴾ توحید

دین اسلام کی دوسری خصوصیت مخلوق خدا کو درس توحید دینا ہے جتنے انبیاء و مرسلین بھی تشریف لائے اُن سب کی تعلیم کا مرکزی نقطہ توحید کا درس رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ }(2)

یعنی آپ سے پہلے ہم نے جس رسول کو بھی مبعوث کیا ہے اس کی طرف یہ وحی ضرور کی ہے کہ بے شک میرے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو۔

﴿ج﴾ وحدت و یکجہتی

دین اسلام کی تیسری خصوصیت رنگ و نسل قبیلہ و خاندان کا امتیاز کئے بغیر انسانوں کو وحدت و یکجہتی کا درس دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

{ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا }(3)

یعنی اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

---

(1) ال عمران، 19:3

(2) الانبیاء، 25:21

(3) ال عمران، 103:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ }(1)

یعنی تمام ایمان دار (باہم دیگر) بھائی ہیں۔

﴿د﴾ تقویٰ کا وجہ امتیاز ہونا

دین اسلام دولت، جاہ وجلال اور حسب ونسب کو وجہ امتیاز قرار نہیں دیتا بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری کو فضیلت کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ }(2)

یعنی بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

﴿ھ﴾ اعتدال وتوازن

دین اسلام کی پانچویں خصوصیت انسانوں کو متعدل فکر اور متوازن عمل عطا کرنا ہے۔دین متین کے دیئے ہوئے فکر وعمل میں نہ تو افراط ہے نہ ہی تفریط چند اسلامی تصورات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔تصور اِلٰہ میں اعتدال

تصور الٰہ کے حوالہ سے انسان افراط اور تفریط کا شکار ہو گئے تھے بعض نے تو سرے سے ہی الٰہ کا انکار کر دیا اور بعض دوسروں نے تعدد الٰہ کا تصور پیش کر دیا مگر اسلام نے ہر دو انتہاؤں سے انحراف کرتے ہوئے یکتا الٰہ عزوجل کا تصور پیش کیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ لَوْكَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا }(3)

یعنی زمین وآسمان میں اگر اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ (بھی) ہوتا تو زمین وآسمان برباد ہو جاتے۔

---

(1) الحجرات، 10:49

(2) الحجرات، 13:49

(3) الانبیاء، 22:21

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

2۔نظام سیاست میں اعتدال

استبدادی ملوکیت اور شیطانی جمہوریت نظام سیاست کی دو انتہائیں ہیں مگر اسلام نے ان دو نظاموں سے الگ تھلگ نظام، شورائی نظام عطا کیا ہے۔

3۔نظام معیشت میں اعتدال

دنیا میں بطور خاص دو طرح کے نظام معیشت متعارف ہوئے۔ایک نظام نے تو انفرادی ملکیت کی اس قدر حوصلہ افزائی کی کہ انسان کو خود غرض بنا دیا اور دوسرے نظام نے ااجتماعی ملکیت کا تصور دے کر انسانوں کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کو متاثر کر دیا اس کے برعکس دین اسلام نے ایک نیا معاشی نظام متعارف کرایا جس میں شخصی ملکیت کو تحفظ بھی دیا گیا ہے اور اس کی ملکیت میں عوامی حلقوں کا باقاعدہ حق بھی رکھا گیا ہے۔

﴿و﴾ رواداری

دین اسلام کی چھٹی خصوصیت اپنوں اور پرائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے رواداری کا خیال رکھنا اور روشن خیالی کو عمل میں لانا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى }(1)

یعنی اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف ہی نہ کرو (بلکہ) تم انصاف کرو (کیوں کہ) وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة و ان ريحها توجد من مسيرة اربعين عاما)(2)

یعنی جس (مسلمان) نے کسی ذمی کو (ظلما) قتل کر دیا تو وہ مسلمان جنت کی خوشبو (تک بھی) نہیں سونگھ

---

(1) المائدہ،8:5

(2) البخاری ،الجامع الصحیح ، کتاب الجزیۃ ، باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم ، رقم 2995 ، ص1155/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سکے گا۔ جب کہ جنت کی خوشبو تو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوجانے والی ہے۔

﴿ذ﴾ تعلیمات کا عام فہم ہونا

دین اسلام کی ساتویں خصوصیت اس کی تعلیمات کا عام فہم ہونا ہے۔ اسلامی تعلیمات نہ تو منطق اور فلسفہ کی طرح دقیق ہیں کہ متوسط فکر رکھنے والا انہیں سمجھ ہی نہ سکے اور نہ ہی اس قدر عامیانہ ہیں کہ معتدل اور متوازن فکر کی کسوٹی پر بھی نہ چڑھ سکے بلکہ اسلامی تعلیمات میں حسن ان کا عام فہم ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

{ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ }(1)

یعنی ہم نے قرآن کو یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے یاد کرنے والا؟

﴿ح﴾ غور وفکر کا داعی ہونا

دین اسلام کی آٹھویں خصوصیت غور وفکر کی زندگی اختیار کرنے کیلئے تیار کرنا ہے اسلام نہ تو عقل کو قطعی معیار صحت قرار دیتا ہے اور نہ ہی عقل کو مطلقاً معطل چھوڑتا ہے۔ بلکہ چراغ عقل کو وحی الٰہی کی ضیاء پاشیوں سے مستنیر دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر غور وغوض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ }(2)

یعنی کیا یہ لوگ قرآن مقدس میں غور نہیں کرتے ہیں۔

﴿ط﴾ تبلیغی اور اصلاحی ہونا

دین اسلام کی نویں خصوصیت اس کا تبلیغی اور اصلاحی ہونا ہے اللہ جل جلالہ نے اس اُمت مسلمہ کی دیگر امم سے وجہ امتیاز تبلیغ بیان کی ہے کہ یہ امت بہتر اس لئے ہے کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔

(1) القمر، 17:54
(2) النساء، 82:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ }(1)

یعنی تم لوگوں میں ظاہر ہونے والی تمام امتوں سے بہتر ہو (کیوں کہ)
نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

حضور ﷺ نے درج ذیل ارشاد کے ساتھ تو امت مسلمہ کو تبلیغ کا پابند کر دیا ہے۔

(والذی نفسی بیدہ لتأمرون بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عقاباً منہ فتدعونہ فلا یستجیب لکم)(2)

یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے (دو ہی صورتیں ہیں یا تو) تم نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے یا (پھر اگر ایسا نہیں کرو گے تو) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے گا پھر تم اُسے پکارو گے (بھی سہی) تو تمہاری بات کو قبول نہ کرے گا۔

﴿ی﴾ پاکیزگی کا دین ہونا

دین اسلام کی دسویں خصوصیت اس کا دین طہارت ہونا ہے اسلام نے پاکیزگی کے حصول پر خاص توجہ دی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

{ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ }(3)

یعنی اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

اللہ جل جلالہ نے ان آیات میں ظاہر اور باطنی ہر دو طرح کی طہارتوں کو اختیار کرنے کا حکم عطا کر دیا ہے جس سے انسان کو فکر و عمل کی تطہیر کا پابند کر دیا گیا ہے۔

---

(1) ال عمران، 110:3

(2) ترمذی، سنن، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، رقم 2169، ص 486/4

(3) المدثر، 74:3، 4، 5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مزید ارشاد فرمایا

{ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ }(1)

یعنی اللہ تمہیں تنگی میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہاں لیکن یہ ارادہ ضرور رکھتا ہے کہ تمہیں صاف ستھرا کردے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کردے تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(الطهور شطر الايمان)(2)

یعنی صاف ستھرا رہنا ایمان کا حصہ ہے۔

دین اسلام کی تعلیمات سے انسان کا تن اُجلا ہو جاتا ہے من (باطن) صاف ہو جاتا ہے انسان دین اسلام اختیار کرتا ہے تو تجلیات ربانی کا مظہر بن جاتا ہے۔

خدائی رنگ اس قدر غالب ہو جاتا ہے کہ حامل دین اسلام صبغۃ اللہ کی حقیقی تعبیر نظر آتا ہے۔ کالے، نیلے، پیلے رنگ تو تغیرات زمانہ سے زائل ہو جاتے ہیں مگر اللہ کا رنگ وہ رنگ ہے جو حوادث زمانہ سے متاثر ہوئے بغیر مزید گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿ک﴾ عالمگیریت

دین اسلام کی گیارہویں خصوصیت اس کا صفت عالمگیریت سے متصف ہونا ہے سبھی انبیاء اور بڑی بڑی اصطلاحی تحریکات کے قائدین مخصوص علاقوں کی راہنمائی کرتے رہے مگر قائد اسلام حضور ﷺ کی دعوت عام ہے۔ رنگ و نسل کا تمیز کئے بغیر آپ کا اعلان ہے۔

{ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا }(3)

یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

---

(1) المائدۃ، 6:5

(2) مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضو، رقم 223، ص 203/1

(3) الاعراف، 158:7

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مزید فرمایا۔

{ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا}(1)

یعنی (اے نبی مکرم ﷺ) ہم نے آپ کو تو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

﴿ل﴾ ہمہ جہتی ترقی

انسان روح اور مادہ کا حسین امتزاج رکھتا ہے۔ انسان کامل وہی ہے جو روح اور مادہ کی ترقی کو پیش نظر رکھے۔ دین اسلام انسان کی ہر دو ترقیوں کا ضامن ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ترقی طلب کرنے والوں کی عزت افزائی فرماتا ہے

{ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ }(2)

یعنی اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ ایسے لوگوں کو ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

---

(1) السباء، 28:34

(2) البقرة، 201:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری بحث حفاظت دین کا ایجابی پہلو

حفاظت دین سے مراد مصالح دینیہ کی حفاظت ہے یعنی وہ کون کون سے کام کئے جائیں کہ جن کے کرنے سے دین حاصل ہو جائے۔ حفاظت دین کی خاطر جن امور کو بجالایا جاتا ہے اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: اُن امور کا ہے جن کا بجالانا ضرور ہے اور ان امور کی غیر موجودگی میں دین کا حصول ممکن نہیں ہے ان امور کو ضروریات کا درجہ حاصل ہے جیسے اللہ جل جلالہ، رسل اور یوم آخرت پر ایمان لانا۔ انہیں اصولی عقائد کہا جاسکتا ہے۔

دوسرا درجہ: اُن امور کا ہے جو درجہ اول کے تابع ہوتے ہیں اور درجہ اول کے امور کیلئے تکملہ قرار پاتے ہیں ان امور کو حاجیات کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اس اصول ولازمی عبادات کہا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: ان امور کا ہے جن کی بجا آوری دوسرے درجہ میں حسن ورعنائی کا باعث بنتے ہیں، ان امور کو تحسینیات کا درجہ حاصل ہے جیسے نفلی نمازیں، نفلی روزے اور نفلی حج وغیرہ انہیں فروعی عبادات کہا جاتا ہے۔ (1)

غرض یہ کہ حفاظت دین کیلئے ایجابی پہلو سے متعلق تین امور ہیں۔

۱۔ اُصولی عقائد ۲۔ اصولی عبادات ۳۔ اخلاقیات

پہلا امر: اُصولی عقائد

حفاظت دین کے حوالہ سے اسلام کے اصولی عقائد کا مطلب ایسی فکر کو اختیار کرنا اور ایسی سوچ اپنانا ہے کہ جیسی فکر اور سوچ قرآن وسنت کا تقاضا ہے۔ قرآن وسنت جیسی سوچ کا تقاضا کرتے ہیں وہ توحید، رسالت، آخرت اور ان تینوں کے تمام متعلقات (جیسے فرشتوں، کتابوں اور تقدیر) پر کامل ایمان لانا ہے۔ اسے دین اسلام کا ایمانی دائرہ قرار دیا گیا ہے۔

---

(1) العز بن عبد السلام، قواعد الاحکم فی مصالح الانام، ص 29/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

i ایمان باللہ

اسلام کے اعتقادی، عملی اور احسانی نظام میں اصل الاصول اور بنیاد اللہ جل جلالہ پر ایمان لانا ہے۔ اللہ پر ایمان لائے بغیر کوئی بھی عمل خواہ اس کا تعلق فرائض سے ہو یا نوافل سے قابل قبول نہیں ہے ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر اپنی پہچان کے طریقوں سے آگاہ کیا ہے۔ان میں سے بطور خاص مندرجہ ذیل تین ہیں۔

﴿الف﴾ وحی

اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل اور یقین محکم رکھنے کا محفوظ ترین ذریعہ ''وحی'' ہے۔وحی کی روشنی میں انسان آسانی کے ساتھ اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ بندے کو جب اللہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر بندہ اپنی ذات کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے۔اس طرح خالق اور مخلوق کا رشتہ گہرا اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

1 وحی غیب تک پہنچے کا ذریعہ ہے۔

{ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ }(1)

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

2 وحی عذاب الٰہی سے ڈرانے کا ذریعہ ہے۔

{ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ }(2)

یعنی اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی تا کہ اس کے ذریعہ میں تمہیں ڈراؤں۔

3 وحی معیار فکر و عمل ہے۔

{ اِتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ }(3)

---

(1) اٰل عمران، 44:3

(2) الانعام، 19:6

(3) الانعام، 106:6

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اسی کو اختیار کرو جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

﴿ب﴾ کائنات میں تدبر

کائنات کی وسعتوں میں غور وفکر کرنا انسان کو اللہ جل جلالہ تک رسائی میں مدد دیتا ہے۔ یہ تدبر کبھی تو آفاقی ہوتا ہے اور کبھی انفسی

{ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ }(1)

یعنی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

مزید فرمایا

{ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ }(2)

یعنی اور اُسی کی نشانیوں میں سے رات، دن اور سورج چاند ہیں۔

مزید فرمایا

{ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا }(3)

یعنی اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو گہرے غور وخوض کیلئے زمین و آسمان کی تخلیق، بارش کے برسنے اور بارش کے ذریعہ گل وگلزار کے ظاہر ہونے، ہواؤں کے چلنے بادلوں کی حرکت کی طرف قرآن مقدس میں متعدد بار توجہ دلائی ہے۔ ایسی آیات انسان کی وجہ میں حرکت لا کر اللہ جل جلالہ کے دروازے تک لے جاتی ہیں۔

---

(1) اٰل عمران، 190:3

(2) حمٓ السجدۃ، 41:37

(3) النحل، 14:16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿ج﴾ اپنی ذات میں تدبر

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے وسائل میں ایک وسیلہ اپنی ذات میں غور وغوض کرنا بھی ہے۔ یہ فکر کرنا کہ میں وجود میں کیسے آ گیا؟ میرا خالق کون ہے؟ میری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان جب ان سوالات کے جواب تلاش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کامل ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر انسان کو اپنی ذات، پیدائش، معاد میں فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ }(1)

یعنی اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کی بابت دھوکے میں ڈال دیا ہے، جس ذات نے تجھے پیدا کیا اور تیرے اعضاء کو درست کیا۔

مزید فرمایا

{ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ، خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ، يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ }(2)

یعنی انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

مزید فرمایا

{ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى }(3)

یعنی کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ رحم میں ڈالی جانے والی منی کا ایک قطرہ نہ تھا۔

---

(1) الانفطار، 82:6,7,8

(2) الطارق، 82:5تا7

(3) القیامہ، 75:26,27

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ }(1)

یعنی ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا پھر اس بوند کو لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا پھر بوٹیوں کو ہڈیاں بنایا۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اُسے ایک نئی ہی مخلوق بنا دیا پس بڑا ہی بابرکت ہے، اللہ سب کاریگروں سے بڑا کاریگر ہے۔

نیز فرمایا

{ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ }(2)

یعنی کیا تم نے غور کیا؟ یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو کیا اُسے بچہ تم بناتے ہو یا اس کے بتانے والے ہم ہیں

ii ایمان باللہ کے تقاضے

فقط زبان سے اقرار کر لینا کہ میں اللہ پر ایمان لایا یہ کافی نہیں ہے بلکہ اس نظریہ کے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر لینے کے بعد چند عملی تقاضے ہیں جن کے اختیار کرنے سے انسان اپنے دعویٰ ایمان باللہ میں کامل سرخرو ہو جاتا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

پہلا تقاضہ :محبت الٰہی

اللہ جل جلالہ پر ایمان لانے کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنی محبت کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو بنائے محبت الٰہی جس قدر شدید ہو گی اُسی قدر انسان تکمیل تقاضا میں سرخرو ہو گا اس سلسلہ میں اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

---

(1) المومنون، 23:12تا14

(2) الواقعہ، 56:58,59

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

{ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ }(1)

یعنی (کامل) ایمان والے وہ ہیں جو اللہ سے شدید پیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس رنگ میں کامل رنگے جانے کا حکم ان کلمات سے عطا فرمایا۔

{ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا }(2)

یعنی اپنے رب کے نام کو یاد کرو۔

حضور سید عالم ﷺ نے حکم الٰہی کے پیش نظر جب اپنی زندگی پر محبت الٰہی کا رنگ غالب کر لیا، جو جو حکم الٰہی تھا اُس میں اپنے پیکر کو ڈھال لیا، اپنی اداؤں کو محبت الٰہی کے سنگ کر دیا تو تب اللہ تعالیٰ نے اس محبت کا مخلوق کے سامنے اظہار طلب کیا۔

{ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ }(3)

یعنی (اے پیغمبر) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔

اسی حکمِ الٰہی سے معلوم ہوا کہ محبت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان متاع زیست کا ہر لمحہ بارگاہ صمدیت میں پیش کر دے۔ اس کے احکام کی بجا آوری کو ہی زندگی کا نصب العین قرار دے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(من احب لِلّٰه وابغض لِلّٰه و اعطیٰ لِلّٰه ومنع لِلّٰه فقد استکمل الایمان)(4)

یعنی جس نے (صرف) اللہ کی خاطر (دوسروں سے) محبت کی اور دشمنی رکھی، اور اللہ ہی کی خاطر کسی کو دیا یا نہ دیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔

---

(1) البقرۃ، 165:2

(2) المزمل، 8:73

(3) الانعام، 162:6

(4) ابو داؤد، سنن، کتاب السنہ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ رقم 4681، ص 220/4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دراصل تکمیل ایمان کیلئے ضروری ہے کہ اللہ جل جلالہ کی محبت غالب رہے، کوئی بھی کام خواہ اپنی ذات سے وابستہ ہو یا دوسروں کی ذات سے اطاعت ومحبت الٰہی کو مرکزیت حاصل رہے۔

محبت الٰہی کی متعدد شرائط ہیں اُن میں سے اہم درج ذیل ہیں

پہلی شرط: کثرت ذکر

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ محبت کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد رکھے، یاد رکھنے میں جس قدر شدت اختیار کرے گا اسی قدر محبت الٰہی کی شرط کی تکمیل ہوگی۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا }(1)

یعنی (کامل مومن وہ ہیں) جو کھڑے اور بیٹھے ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا

{ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا }(2)

یعنی اور وہ جو اپنے رب کی بارگاہ میں سجود وقیام کی حالت میں راتیں بسر کر دیتے ہیں۔

نیز فرمایا

{ تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ وَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا }(3)

یعنی اُن کے پہلو (راتوں کو) بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید (کے ملے جلے احساسات) سے پکارتے ہیں۔

دوسری شرط: صبر وتحمل

محبت الٰہی کی دوسری شرط صبر واستقامت ہے۔ اللہ جل جلالہ کی عنایات پر شکر کرے تو شدت، سختی اور آزمائش کی گھڑی میں صبر سے کام لے۔ محبوب حقیقی اور ذات صمدیت کے ساتھ قلبی لگاؤ اور

(1) ال عمران، 191:3

(2) الفرقان، 64:25

(3) الم السجدۃ، 16:32

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آزمائشی لمحات میں صبر سے کام لینا یہ تمام انبیاء ومرسلین کا عمل رہا ہے اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ }(1)

یعنی اور جو مصیبت تجھ پر آن پڑے اُس پر صبر کر

مزید فرمایا۔

{ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ }(2)

یعنی پس تم صبر کرو جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

مزید فرمایا

{ فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ }(3)

یعنی پس اُس کی بندگی کرو اور اُس کی بندگی پر ثابت رہو۔

معلوم ہوا کہ صرف خوشی کے موقع پر عبادت کرنا یا غمی کے موقع پر عبادت کرنا یہ محبوب حقیقی کے ساتھ اظہار محبت نہیں ہے بلکہ خوشی اور غمی، بوس ورخاء، امیری اور غریبی عزت اور ذلت ہر حال میں عبادت گذاری پر صبر سے کام لینا اصلِ محبت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

(ان عظم الجزاء مع عظم البلاء وان الله تعالىٰ اذا احب قوماً ابتلاهم فمن رضى فله الرضى ومن سخط فله السخط)(4)

یعنی آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے فرار نہ ہو جائے) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو انہیں (مزید نکھارنے کیلئے)

---

(1) لقمان، 17:31

(2) الاحقاف، 35:46

(3) مریم، 65:19

(4) ترمذی ، السنن، کتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، رقم 2396، ص 601/4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے پس جو لوگ خدا کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔

تیسری شرط: اطاعت مصطفیٰ ﷺ

اللہ جل جلالہ کے ساتھ محبت کی تیسری شرط یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال اور سکوت (سنت نبوی ﷺ) کو زندگی کا نصب العین بنا لیا جائے۔ جب تک نبوی اطاعت کو اپنا نہیں لیتا تب تک محبت الٰہی کا دعویٰ ناقص ہے۔ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

{ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ }(1)

یعنی (اے نبی لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

چوتھی شرط: اَخلاقی حالت کو درست کرنا

محبت الٰہی کی چوتھی شرط یہ ہے کہ محبت کرنے والا اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے، جملہ فضائل کو اختیار کرے اور تمام رذائل سے اجتناب کرے جب کوئی شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو وہ اللہ جل جلالہ اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کا مقبول ومحبوب بندہ بن جاتا ہے

(ان النبی ﷺ توضا یوما فجعل اصحابه یتمسحون بوضوء ہ فقال لهم النبی ﷺ ما یحملکم علی هذا قالوا حب الله ورسوله فقال النبی ﷺ من سره ان یحب الله ورسوله او یحبه الله و رسوله فلیصدق حدیثه اذا حدث ، ولیؤد امانته اذا أئتمن ولیحسن جوار من جاوره) (2)

یعنی عبدالرحمٰن بن ابی قراد فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے وضو کیا تو آپ کے کچھ اصحاب آپ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو آپ نے پوچھا تمہارے اس کام کی وجہ کیا

(1) آل عمران، 31:3

(2) بیهقی ،شعب الایمان ،کتاب الطهارة ،باب طهارة الماء المستعمل رقم 1052،ص 235/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے لوگوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول کی محبت آپ نے فرمایا جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اسے بحفاظت مالک کے حوالہ کریں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

دوسرا تقاضا: اطاعت الٰہی جل جلالہ/ اطاعت نبوی ﷺ

ایمان باللہ کا دوسرا تقاضا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت و انقیاد کرنا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی، نشیب و فراز کے جملہ معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی چھاپ لگی ہونی چاہئے۔ اطاعت الٰہی کے بغیر ایمان باللہ کا دعویٰ حالت استکمال میں رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ اطاعت الٰہی کے ثمرات و احکام حسب ذیل ہیں۔

1 اطاعت الٰہی/ نبوی ﷺ فرض ہے اور عدم تعمیل جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور حضور ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے بیان کردہ فرائض میں شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ }(1)

یعنی تم کہہ دو (اے لوگو) تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو بے شک اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

2 اطاعت الٰہی جل جلالہ/ نبوی ﷺ باعث رحمت ہے۔

{ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ }(2)

یعنی اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس اُمید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔

---

(1) آل عمران، 32:3

(2) آل عمران، 132:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

3 اطاعت باعث فلاح ہے۔

{ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا }(1)

یعنی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے اُس نے بڑی کامیابی پائی۔

4 مطیع وارث جنت اور عاصی لائق عذاب

{ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا }(2)

یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو اطاعت سے منہ موڑے گا اُسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

5 اطاعت رسول سرچشمہ ہدایت ہے۔

{ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ }(3)

یعنی (اے نبی) آپ کہہ دیں (لوگو) تم اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم حکم نہ مانو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تمہارے اوپر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

6 اطاعت رسول ہی دراصل اطاعت الٰہی ہے۔

{ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ }(4)

یعنی اور جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

---

(1) الاحزاب، 71:33

(2) الفتح، 17:48

(3) النور، 54:24

(4) النساء، 80:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

7 (من اطاع محمدا فقد اطاع الله ومن عصى محمد فقد عصى الله و محمدا فرق بين الناس) (1)

یعنی جس نے محمد کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے محمد کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد اچھے اور برے لوگوں کے درمیان معیار امتیاز ہیں۔

تیسرا تقاضا: اَللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔

ایمان باللہ کا تیسرا تقاضا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات پر توکل ہے ایمان کیلئے اس تیسرے تقاضے کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1 لغوی معنی

لفظ توکل کا مادہ و،ک اور ل ہے۔ توکل کا لغوی معنی ہے

"اظهار العجز والاعتماد على غيرك" (2)

یعنی اپنی کمزوری اور کسی دوسرے پر اعتماد کا اظہار کرنا

2 اِصطلاحی معنی

اسباب و ذرائع کو حرکت میں لاتے ہوئے بھرپور جوش اور ولولہ کے ساتھ حصولِ مقصد کیلئے اللہ پر یقین رکھتے ہوئے جدوجہد کرنا "توکل" کہلاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کفار و مشرکین کے شدائد اور بڑھتے ہوئے مظالم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے توکل کے اس مفہوم کو واضح کر دیا۔

{وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ} (3)

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم 6852، ص 2655/6

(2) ابن منظور، لسان العرب، 736:11

(3) النحل، 42,41:16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اور جنہوں نے مظلوم ہو کر اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے ہم انہیں دنیا میں ضرور اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب تو بہت بڑا ثواب ہے۔ اگر (کاش کہ) یہ لوگ جانتے ہوتے۔ (یہ) وہ (ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

ایک غوطہ خور مخصوص آبی لباس پہنے ہوئے آکسیجن کا سلنڈر لگا کر جب سمندر میں کودتا ہے تو اسے اپنے لباس اور آکسیجن گیس کے سلنڈر پر کامل بھروسا ہوتا ہے کہ ان کے استعمال کے ساتھ میں مروں گا نہیں۔ میری سانس چلتی رہے گی۔ اس بھروسے کو ''توکل'' کہا جاتا ہے۔

انسان جیسا بھروسا مادی اسباب پر کرتا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس سے بھی کہیں زیادہ یہ جذبہ انسان میں اپنی بابت دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اس بات کا کامل یقین کر لے کہ قانون فطرت کے مطابق میرے اقدامات پر میرا اللہ مجھے رسوا نہیں کرے گا بلکہ حتمی اور آخری نتیجہ میرے ہی حق میں ہوگا۔

3 توکل کی بابت ترغیبات

ارشاد باری تعالیٰ ہے

{لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ} (1)

اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب۔ اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

مزید فرمایا

{ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۔ }(2)

---

(1) ھود، 123:11

(2) الفرقان، 58:25

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اور بھروسا کر اس زندہ ذات پر جو کبھی نہ مرے گا۔ اور اسے سراہتے ہوئے اسکی پاکی بیان کر۔ اور اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار وہی کافی ہے۔

مزید فرمایا

{اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ }(1)

اللہ (وہ) ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسا کریں

مزید فرمایا

{رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا }(2)

وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں لہذا تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

ii ایمان بالرسل

حفاظت دین کے حوالہ سے اسلام کے نظریاتی پہلو کا دوسرا بنیادی اصل تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا ہے۔ اسلام نے ایمان بالرسل کا نہایت ہی متوازن نظریہ دیا ہے جبکہ دوسرے مذاہب عالم اس اعتدال سے محروم نظر آتے ہیں۔ اسلام نے ایمان بالرسل میں نہ تو اسقدر مبالغہ کیا ہے کہ انبیاء و مرسلین کو خدا یا خدا کے بیٹے کے منصب سے متعارف کر دیا ہے اور نہ ہی انبیاء و مرسلین کے منصب میں کمی کر کے اُنہیں عام انسان کے ساتھ ملا دیا ہے۔ بلکہ انبیاء و مرسلین کو اللہ جل جلالہ کے خاص بندوں کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے جن پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ اللہ کی خاص تربیت میں پرورش پاتے ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین کے دینی پروگرام میں وحدت رہی ہے۔ تاہم حالات کے مطابق شریعتوں میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ کسی ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء مرسلین کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ لہذا ایمان بالرسل کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کو ان کے حسب مرتبہ تسلیم کیا جائے اُن کی تعلیمات کو حق سمجھا جائے درج

(1) تغابن، 13:28
(2) المزمل، 9:73

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذیل میں نبی اور رسول کی لغوی اصطلاحی تحقیقات ، بعثت کے مقاصد ، نبی اور رسول کی خصوصیات اور انبیاء ومرسلین سے باہمی تفاصل سے متعلق معلومات رقم کی گئی ہیں۔

﴿الف﴾ نبی کا مفہوم

1 لغوی مفہوم

پہلا معنی: خبر دینے والا

دوسرا معنی خبر دیا گیا

تیسرا معنی بلند ومرتبہ رکھنے والا

چوتھا معنی بلند مرتبہ دیا کیا گیا

" واما اصله لغة بالهمزة و به قرأ نافع من النباء وهو الخبر فعيل بمعنى اسم الفاعل اى منبئ عن الله و بمعنى اسم المفعول اى منبأ لان الملك يتبئهم عن الله بالوحى و بلا همزة و به قرأ الجمهور و هو اما مخفف المهموز بقلب الهمزة واواً ثم أدغم الياء فيها و اما من النبوة او النباوة بفتح النون فيهما اى الارتفاع فهو ايضا فعيل بمعنى اسم الفاعل او بمعنى اسم المفعول لان النبى ﷺ مرتفع المرتبة على غيره او مرفوعها "(1)

یعنی لغوی اعتبار سے نبی کی اصل ہمزہ کے ساتھ ہے یہی نافع کی قرات ہے کہ انہوں نے اسے نبأ سے مشتق مانا ہے جس کے معنی خبر ہیں اس لحاظ سے لفظ نبی فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا یا اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے خبر دیا گیا۔اس لئے کہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کو خبر دیتا ہے۔

اور ہمزہ کے بغیر بھی اس کی اصل ہوسکتی ہے جمہور کی قرأت یہی ہے اور اس قول پر لفظ نبی کو مہموز کا مخفف مانا جائے گا وہ اس طرح کہ اس کا ہمزہ واؤ سے بدلا گیا پھر اس میں یا کو مدغم کر دیا گیا۔

---

(1) کمال الدین محمد بن محمد ، مسامرۃ ، ص2:83

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یا یہ کہا جائے کہ وہ نبوۃ یا نباوۃ سے ماخوذ ہے ان دونوں میں نون مفتوح ہے ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں ارتفاع، اس تقدیر پر لفظ نبی فعیل کے وزن پر اسم فاعل یا اسم مفعول ہے کیوں کہ نبی اپنے غیر پر بلند مرتبہ رکھنے والا ہوتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ رتبہ کے اعتبار سے بلند کیا ہوا ہوتا ہے۔

پانچواں معنی: ظاہر ہونے والا

چھٹا معنی: ہلکی سی آواز کو سننے والا

'' فالنبی مشتق من النبأ بفتح الباء وھو بمعنی الاخبار او الظھور او من النبأۃ بسکون الباء وھو الصوت الخفی و کل من المعانی الثلثۃ صحیح فی النبی لانہ مخبر و ظاھر الحقیقۃ و سامع الوحی ''(1)

پس لفظ نبی نبأ (ب کے فتح کے ساتھ) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اخبار (خبر دینا) یا ظہور (ظاہر ہونا)۔۔۔ یا نباۃ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پوشیدہ آواز اور یہ تینوں معانی نبی میں پائے جاتے ہیں کیوں کہ وہ خبر دینے والا (بھی) ہے ظاہر الحقیقت (بھی) ہے، وحی الٰہی (کی ہلکی سی آواز) کو سننے والا بھی ہے۔

ساتواں معنی: واضح راستہ

'' وقیل النبی مشتق من النبوۃ وھو الارتفاع یقال تنبأ فلان اذا ارتفع وعلٰی والرسول عن اللہ تعالٰی موصوف بذالك لعلو شانہ و سطوح برھانہ و قیل من النبی وھو الطریق لانہ وسیلۃ الی اللّٰہ ''(2)

اور (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ نبی لفظ نبوۃ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ارتفاع جب کوئی شخص بلند مرتبہ ہو جائے تو اس پر اہل عرب یوں بولتے ہیں ''تنبأ فلان '' اور اللہ کا نبی اپنی شان کی بلندی اور برہان کی وضاحت کی وجہ سے اس کمال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

(1) پرماروی، عبد العزیز، النبراس، ص8

(2) الجرجانی، ، شرح مواقف، ص218/8

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نبی لفظ نبی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں راستہ، کیوں کہ وہ (انسان کو) اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے کا وسیلہ ہوتا ہے۔

آٹھواں معنی نکلنے والا

نواں معنی نکالا گیا

" النبی ایضاً الخارج من مکان الی مکان فعیل بمعنی فاعل و قیل المخرج فیکون فعیلا بمعنی مفعول "(1)

نبی کا یہ معنی بھی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف نکلنے والا، یہ فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف نکالے ہوئے کو بھی نبی کہتے ہیں اس صورت میں فعیل بمعنی مفعول ہوگا۔

دسواں معنی: غیب کی خبر دینے والا

" النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب "(2)

نبوت (کا مفہوم) غیب سے باخبر ہونا ہے۔

2 اصطلاحی مفہوم

" (واما) معناہ (فی العرف فھو عند اھل الحق) من الاشاعرۃ و غیرھم المسلمین (من قال لہ اللّٰہ) تعالیٰ ممن اصطفہ من عبادہ ارسلناک الی قوم کذا او الی الناس جمیعاً او بلغھم عنی و نحوہ من الالفاظ المفیدہ لھذا المعنی کبعثتک و نبئھم "(3)

اہل حق اشاعرہ اور ملت اسلامیہ کے دیگر علماء کرام کے نزدیک عرف شرع میں لفظ نبی کا اطلاق اُس مقدس ہستی پر ہوتا ہے جو اللہ کا ایسا برگزیدہ بندہ ہو جسے رب ذوالجلال یوں فرمائے کہ ہم نے تمہیں اپنا رسول بنا کر فلاں قوم یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا، یا ان لوگوں کو میری طرف سے

(1) سعید خوری شرتونی، اقرب الموارد، ص59/2
(2) قاضی عیاض، شفاء 73
(3) الجرجانی، شرح مواقف، ص217/8

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیغام پہنچا دے یا اس جیسا مفہوم رکھنے والے دوسرے الفاظ ہوں جیسے میں نے تجھے مبعوث کیا، میری طرف سے میرے بندوں کو خبر دے دو۔

﴿ب﴾ نبی کا مقام

اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں انبیاء و مرسلین کی سرکاری ذمہ داری کا اظہار ان کلمات سے فرمایا ہے۔

{ وَجَعَلْنَا مُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ }(1)

یعنی اور ہم نے انہیں (انبیاء) امام بنایا وہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے خطاب سے ان کلمات کے ساتھ نوازا۔

{ يٰمُوْسٰى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ }(2)

یعنی اے موسیٰ ہم نے لوگوں میں سے تمہیں رسالت اور اپنے ساتھ ہمکلامی کیلئے چن لیا ہے جو کچھ میں نے آپ کو دیا ہے وہ لے لیجئے اور (اللہ کے) شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔

سید المرسلین ﷺ کو رسالت کی ذمہ داری عطا کرتے ہوئے فرمایا۔

{ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا }(3)

اے نبی ہم نے تمہیں شاہد، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دیگر انبیاء و مرسلین سے بھی اللہ جل جلالہ نے جس طرح خطاب فرمایا ہے اس خطاب سے انبیاء و مرسلین کے مرتبہ و مقام کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

(1) الانبیاء، 73:21
(2) الاعراف، 144:7
(3) الاحزب، 45:33

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

منصب نبوت و رسالت کسبی نہیں ہے کہ محنت شاقہ، فاقہ کشی، چلوں کی بہتات یا تسبیح و تہلیل کی کثرت سے حاصل ہوتا تھا بلکہ منصب نبوت و رسالت وہبی امر ہے اللہ کی عطا سے مختص رہا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

{ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ }(1)

یعنی (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ولید بن مغیرہ نے جب اپنی عمر اور مال کے حضور ﷺ کی عمر اور مال سے زیادہ ہونے کی وجہ سے خود کو منصب نبوت کا زیادہ مستحق قرار دیا(2)

تو اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

{ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ }(3)

یعنی اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

﴿ج﴾ بعثت انبیاء کا مقصد

اللہ جل جلالہ نے انبیاء و مرسلین کو جن خاص مقاصد کیلئے مبعوث فرمایا وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ اتمام حجت

انبیاء و مرسلین کو مبعوث کرنے کا پہلا مقصد بندوں کو اپنے احکام کے پہنچانے پر حجت کو پورا کرنا ہے تا کہ قیامت کے دن کسی شخص کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ اے مولا کریم مجھ تک تیرا پیغام لانے والا کوئی نہ تھا اگر کوئی شخص تیرا پیغام دینے والا ہوتا تو دنیا میں رہتے ہوئے میں برے کام

(1) آل عمران، 74,73:3
(2) الرازی، التفسیر الکبیر ص175/13
(3) الانعام، 124:6

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ کرتا۔ انبیاء و مرسلین کے مبعوث ہو جانے کے بعد کسی کیلئے بھی گنجائش باقی نہیں ہے کہ حیلوں ، بہانوں کے ساتھ اپنی مجرمانہ کاروائیوں کو تحفظ دے سکے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلْ }(1)

یعنی خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے رسولوں کو اس لئے مبعوث کیا تا کہ رسولوں کے آنے کے بعد اللہ کے ہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔

2۔ راہنمائی

انبیاء و مرسلین کی بعثت کا دوسرا مقصد حق وصداقت کے پیغام کو عام کرنا فطری ضابطوں کے مطابق زندگی گذارنے کا درس دینا، دنیا کی رعنائیوں میں گم ہو کر راہِ راست کو کھو دینے والے لوگوں کو ازلی وعدہ یاد دلا کر (2) پھر سے صحیح سمت کی طرف لانا ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ هُوَالَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ }(3)

یعنی وہی اللہ جو اپنے بندوں پر کھلی آیات اُتارتا ہے تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لائے۔

نیز فرمایا

{ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ }(4)

یعنی اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تا کہ تم اپنی قوم کو تاریکیوں سے (نکال کر ہدایت کی) روشنی کی طرف لے آؤ اور اپنی قوم کو اللہ کے (خاص) دن یاد دلاؤ بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گذار کیلئے یقیناً نشانیاں ہیں۔

---

(1) النساء، 165:4
(2) الاعراف، 172:71
(3) الحدید، 9:57
(4) الابراھیم، 5:14

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ }(1)

یعنی بے شک اللہ کا ایمانداروں پر بہت بڑا احسان ہوا کہ انہی میں سے اُن میں ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیات پڑھتا ہے اُنہیں پاک کرتا ہے، اُنہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ (لوگ) اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

3۔ عدل کو قائم رکھنا

حقیقی اور فطری قانون کے مطابق زندگی وہ ہے جس میں اعتدال و توازن برقرار رہے کوئی بھی چیز اپنے مناسب مقام پر وضع ہو ہدایتِ الٰہیہ کے حوالہ سے فکر و عمل میں ہم آہنگی ہو۔۔ اللہ کے نبی زندگی میں ایسا ہی رنگ بھرنے کیلئے مبعوث ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ }(2)

یعنی ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کا ترازو اُتارے تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

4 صفاتِ انبیاء

تمام انبیاء و مرسلین اچھی صفات کے حامل ضرور رہے ہیں اگرچہ یہ لازم نہیں ہے کہ جس میں بھی وہ صفات پائی جائیں گی تو وہی نبی ہوگا تاہم یہ ضروری ہے کہ جو بھی نبی ہوگا وہ ان صفات کا

---

(1) آل عمران، 164:3
(2) الحدید، 25:57

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حامل ضرور ہوگا۔ اُن صفات میں سے بعض بطور خاص درج ذیل ہیں۔

4.1 صدق

تمام انبیاء و مرسلین سچائی کے نمونہ تھے، قیامت کے دن بھی انبیاء و مرسلین کی صداقت کا چرچا ہو گا کہ سبھی کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ کے وعدے سچے نکلے اور مرسلین کا کہا درست قرار پایا۔

{ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ }(1)

یعنی یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

اللہ جل جلالہ نے اپنے رسولوں کے غلبہ کا ذکر کیا ہے (71) جبکہ جھوٹے لوگ تو تباہ و برباد ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ }(2)

یعنی (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی صفت صداقت کو بطور خاص فرمایا۔

{ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا }(3)

یعنی اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدہ کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا۔

4.2 امانت

جملہ انبیاء و مرسلین امین تھے وہ حالات و زمانہ کی گردش سے متاثر ہوئے بغیر پیغام الٰہی کو بغیر کسی کم و کاست کے انسانوں تک پہنچا دیتے جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے فرمایا تھا۔

{ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ }(4)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد (امین) خیر خواہ ہوں۔

(1) یسین، 52:36
(2) یونس، 69:10
(3) مریم، 54:19
(4) الاعراف، 68:7

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت نوح نے قوم سے فرمایا۔

{ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ }(1)

یعنی بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں۔

دیگر انبیاء و مرسلین نے بھی ایسے ہی کلمات سے قوم کو اپنی امامت سے آگاہ کیا (2)

4.3 تبلیغ

اللہ کے احکام کو امانت داری سے لوگوں تک پہنچانا یہ تمام انبیاء و مرسلین کی خصوصیت رہی ہے اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا

{ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ }(3)

یعنی (انبیاء و مرسلین) وہ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے۔

مزید فرمایا

{یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ }(4)

یعنی اے رسول ہر اس حکم کی تبلیغ کیجئے جو اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

4.4 فطانت

اللہ کا ہر نبی ذھانت و فطانت میں اپنے معاشرہ میں ممتاز ہوتا۔ لوگ اپنی ہٹ دھرمی میں تو انہیں مجنوں کہہ دیتے مگر دل سے وہ بھی نبی کی فطانت، ذہنی جودت کا کامل احساس رکھتے تھے، نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلالات، فرعون کے مدمقابل موسیٰ علیہ السلام کی تدابیر، حضور علیہ السلام کا اکھڑ، جاہل اور خودغرض معاشرہ کے ساتھ حکیمانہ انداز سے پیش آنا یقیناً انبیاء و مرسلین کی فطانت اور ذہنی جودت کے مظاہر ہیں۔

(1) الشعراء، 107:26
(2) الشعراء، 178,162,143,125:26
(3) الاحزاب، 39:33
(4) المائدۃ، 67:5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

4.5 عصمت

تمام انبیاء ومرسلین گناہوں سے معصوم ہوتے ،شرح عقائد نسفی میں عصمہ کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

"حقیقۃ العصمہ ان لا یخلق اللہ فی عبد الذنب مع بقاء قدرتہ و اختیارہ "(1)

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کی قدرت اور اختیار کے باقی رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ بندے کو گناہ سے بچالیتا ہے

iii ایمان بالیوم الآخر

﴿الف﴾ یوم آخرت پر ایمان کا مفہوم

حفاظت دین کیلئے نظریاتی اعتبار سے جس طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسل میں پختگی ضروری ہے اسی طرح آخرت کے دن پر یقین ہونا بھی لازمی امر ہے۔قرآن مقدس میں ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ یوم آخرت پر ایمان لانے کو بھی فوز وفلاح کیلئے معتبر قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ }(2)

یعنی بے شک وہ لوگ جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں سے جو کوئی (بھی) سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

آیت مذکورہ میں رنج والم سے آزاد ہونے کی ضمانت اللہ جل جلالہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کو قرار دیا گیا۔قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر انسان کو یوم آخرت کی طرف متوجہ کیا

(1) تفتازانی ، سعد الدین،شرح عقائد نسفی ،ص73
(2) المائدۃ،69:5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ }(1)

یعنی (کافرو) تم اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو، جب کہ تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں جان عطا کی پھر وہی تمہیں مارتا ہے پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیہ کریمہ میں انسانی سفر کے پانچ مرحلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ پیدائش سے قبل (موت سے تشبیہ دیتے ہوئے)

2۔ پیدائش سے لے کر موت تک

3۔ موت کا مرحلہ

4۔ موت کے بعد پھر زندہ ہونے کا مرحلہ

5۔ دوسری مرتبہ زندہ ہونے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا مرحلہ

آخرت کے دن پر ایمان لانے کو قرآن مقدس میں ایک دوسرے مقام پر اہل ایمان کی پہچان قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ }(2)

یعنی اور وہ آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

﴿ب﴾ یوم آخرت پر ایمان کے تین تقاضے

پہلا تقاضا: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا (بعث بعد الموت)

آخرت کے دن پر ایمان لانے کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ انسان یقین رکھے کہ مجھے مرنے کے بعد دوبارہ

(1) البقرۃ، 28:2

(2) البقرۃ، 4:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زندہ ہونا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر اس اصل کی وضاحت کی ہے۔

{ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا ، فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا }(1)

یعنی جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر ان کے اعمال سے اُنہیں باخبر کرے گا

مزید فرمایا

{إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا }(2)

یعنی جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں بندے ہو کر آئیں گے۔ یقیناً اُس نے سب کو گھیر رکھا ہے اور ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے۔

مزید فرمایا

{ يٰاَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ }(3)

یعنی اے لوگو! اگر تم مرنے کے بعد جی اُٹھنے میں شک کرتے ہو (تو باخبر رہنا) پس ہم نے تمہیں (اس سے پہلے بھی بے جان) مٹی سے پیدا کیا۔

مزید فرمایا

{ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ }(4)

یعنی اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور بے شک اللہ اُن لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

مزید فرمایا

{ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ }(5)

یعنی پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

---

(1) المجادلہ، 6:58
(2) مریم، 19:93,94
(3) الحج، 22:5
(4) الحج، 22:7
(5) المومنون، 23:16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسرا تقاضا۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد احساسات کی بحالی (معرفت بعد البعث)

قیامت کے دن پر ایمان لانے کا دوسرا بنیادی تقاضا زندہ ہونے کے بعد اپنے احساسات کی بحالی پر یقین رکھنا ہے یعنی انسان اس امر کا یقین کرے کہ مجھے مرنے کے بعد صرف زندہ ہی نہیں ہونا بلکہ شعور اور ادراک کے ساتھ زندہ ہونا ہے اس حالت میں اپنی اپنے اعمال کی پہچان کر سکے گا اور دوسروں کی بھی قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر اس اصل کی وضاحت کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ }(1)

یعنی وہ دن کہ جس میں ہر نفس اپنے کئے ہوئے اچھے اور برے کو اپنے سامنے موجود پائے گا

نیز فرمایا

{ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ }(2)

یعنی پھر اللہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا۔

نیز فرمایا

{ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَا اَسْلَفَتْ }(3)

یعنی وہاں ہر نفس اپنے کئے ہوئے اعمال کو جو کہ پہلے کر چکا تھا پہچان لے گا۔

قیامت کے دن انسان کے احساسات کی پختگی کا یہ عالم ہوگا کہ صرف زبان ہی نہیں بلکہ دست و پا اور اعضاء و جوارح بھی اپنی کاروائیوں کی خبر دیں گے۔

{يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ }(4)

یعنی اس دن ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کی سابقہ کاروائیوں پر ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

---

(1) ال عمران، 30:3
(2) المجادلہ، 7:58
(3) یونس، 30:10
(4) النور، 24:24

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ }(1)

یعنی یہاں تک کہ وہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان کے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کی ان کے خلاف گواہی دیں گے وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم ہمارے خلاف گواہی کیوں دیتے ہو (جبکہ ہم تو تمہیں پالتے پوستے رہے) وہ جواب دیں گے ہمیں اللہ نے گویائی عطا کی ہے۔

واضح ہو گیا کہ قیامت کے دن پر یقین کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں باشعور، بااحساس زندگی پر یقین رکھا جائے۔

تیسرا تقاضا۔دنیوی اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا ملنا

آخرت کے دن پر یقین رکھنے کا تیسرا تقاضا دنیا کے اندر رہتے ہوئے جو جو بھی کام کئے ان کے مطابق جزا یا سزا کے ملنے کا یقین رکھنا ہے۔قرآن مقدس میں قیامت کے دن بدلہ دیئے جانے سے متعلق متعدد مقامات پر باخبر کیا گیا ہے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ }(2)

یعنی پھر ہر نفس کو اُس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

نیز فرمایا

{ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ }(3)

یعنی یقیناً قیامت کے دن تمہیں اپنی اس زندگی کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(1) حم السجدة، 21,20:41

(2) آل عمران، 161:3

(3) آل عمران، 185:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ }(1)

یعنی اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے سامنے کردی جائے گی۔

نیز فرمایا

{ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ }(2)

یعنی اور قیامت کے دن درست وزن کرنے والے ترازو کو ہم رکھ دیں گے پھر کسی جان پر ظلم نہ ہوگا اور اگر کسی کا ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اُسے بدلہ کیلئے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔

﴿ج﴾ آخرت پر ایمان کے مقاصد

قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کے متعدد مقاصد ہیں جو ان دو میں سمٹے ہوئے ہیں کہ فضائل کو حاصل کرنا اور رزائل کو دور کرنا، درج ذیل میں بعض مقاصد کو ذکر کیا جاتا ہے۔

1 تقویٰ اختیار کرنا

عملی زندگی میں تقویٰ و پرہیزگاری کی کیفیت کا پیدا کرنا بندے کی زندگی کو معتدل اور متوازن بنا دیتا ہے، تعلیمات اسلامیہ کا پیغام بھی یہی ہے کامل تقویٰ کو اختیار کیا جائے کیوں کہ تقویٰ نیکی کی تحریک دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ }(3)

یعنی اے ایمان والو اللہ سے (ایسے) ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

---

(1) الشعرا، 91,90:26

(2) الانبیاء، 47:21

(3) اٰل عمران، 102:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب بندے میں قیامت کے دن مسئولیت کا عقیدہ جس قدر پختہ ہوتا ہے اُسی قدر محتاط زندگی بسر کرتا ہے۔ قرآن مقدس نے قیامت کے دن کے انکار کو غیر متقیانہ زندگی کا ایک بڑا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ِ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا }(1)

یعنی پھر تم پرہیزگار کیسے بن سکتے ہو، اگر اس دن کا انکار کرو جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا، جس سے آسمان پھٹ جائے گا اُس (اللہ) کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

2 جواب دہی کا احساس

عقیدۂ آخرت کا دوسرا مقصد انسان کے اندر یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ اے بندے دنیا میں تو آزاد اور خواہشات کی پیروی کی خاطر نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ تو قانونِ فطرت کا پابند ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ کرے گا قیامت کے دن اُس کا حساب دینا پڑے گا۔ قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر قیامت کے دن جواب دہی کے عقیدہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ }(2)

یعنی اُن لوگوں سے ہم ضرور پوچھیں گے جس کی طرف رسول بھیجے گئے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

قرآن مقدس کی توہین کرنے والوں کی بابت فرمایا

{ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ }(3)

پس تمہارے رب کی قسم ان تمام لوگوں سے ہم ضرور بالضرور پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

---

(1) المزمل، 73:17,18

(2) الاعراف، 7:6

(3) الحجر، 15:92,93

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ }(1)

یعنی خدا کی قسم تم جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے اس کی بابت تم سے ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی۔

نیز فرمایا

{ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ }(2)

یعنی تم سے ضرور تمہارے کاموں کی بابت پوچھا جائے گا۔

نیز فرمایا

{ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ }(3)

یعنی اللہ تعالیٰ سے نہیں پوچھا جاتا وہ جو بھی کرے، (تاہم) ان لوگوں سے پوچھا جائے گا۔

نیز فرمایا

{ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ }(4)

یعنی قیامت کے دن ان سے ضرور پوچھا جائے گا جو کچھ بہتان اٹھاتے رہے۔

3 صبر و تحمل کا جذبہ پیدا کرنا

عقیدہ آخرت کا تیسرا مقصد بندے میں صبر و تحمل کے جذبہ کو پیدا کرنا ہے مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور راہ اسلام میں حائل ہر رکاوٹ کو دور کرنے پر مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتے ہوئے آخرت میں اللہ جل جلالہ سے اجر کی خواہش رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

{ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ }(5)

یعنی صابروں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔

(1) النحل، 56:16
(2) النحل، 93:16
(3) الانبیاء، 23:21
(4) العنکبوت، 13:29
(5) الزمر، 10:39

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ }(1)

یعنی جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا طلب کرنے کیلئے صبر سے کام لیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے عطا کردہ مال سے چھپے اور اعلانیہ خرچ کرتے رہے اور برائی کے بدلہ بھلائی کر کے ٹالتے ہیں انہی کیلئے آخرت کے گھر کا نفع ہے۔

نیز فرمایا

{ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ }(2)

یعنی (فرشتے اہل جنت سے کہیں گے کہ دنیا میں رہتے ہوئے تکلیفوں پر) تمہارے صبر کرنے کے بہ سبب تم پر سلامتی ہو پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

4 انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ

یوم آخرت پر یقین رکھنے کا چوتھا مقصد بندوں کے اندر راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے کیوں کہ جو شخص آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہوگا وہ انقباض خاطر سے پرہیز کرے گا کہ قیامت کے دن اس کے فی سبیل اللہ انفاق کا ثواب اور اجر تو اسے مل ہی جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

{ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ }(3)

یعنی اور جو کچھ تم خیرات کرو گے اس کا تمہیں پورا اجر ملے گا اور تمہارے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔

---

(1) الرعد، 22:13

(2) الرعد، 24:13

(3) البقرۃ، 272:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

5 شجاعت و بہادری کا جذبہ پیدا کرنا

یوم آخرت پر یقین رکھنے کا پانچواں مقصد بندے میں جوہر شجاعت کو جلا دینا ہے۔ یوم آخرت پر یقین رکھنے والا سرفرازی اسلام، تعمیر شخصیت، اجتماعی نظام حیات کی بلندی اور تہذیب وتمدن کو دینی قالب میں ڈھالنے کیلئے اپنی تمام توانائیوں کو نہایت ہی شجاعت اور بہادری سے صرف میں لاتا ہے اور قرآنی فلسفہ کے مطابق موت کو حیات قرار دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ }(1)

یعنی اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُنہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

دوسرا اَمر: اُصولی عبادات

اُصولی عقائد ونظریات (توحید، رسالت، آخرت) پر یقین کامل رکھنے کے بعد حفاظت دین کے ایجابی پہلو سے متعلق دوسرا امر اُصولی عبادات (نماز، روزہ، زکوۃ، حج) کو اختیار کرنا ہے اسے دین اسلام کا اسلامی دائرہ قرار دیا گیا ہے۔ اُصولی عبادات سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات درج ذیل ہیں۔

i عبادت قرآن وسنت کی روشنی میں

﴿الف﴾ عبادت کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو ظاہری وباطنی قوتیں عطا کی ہیں ان قوتوں کو اللہ کی رضا جوئی کیلئے اس کے بتائے ہوئے قوانین کے موافق صرف کرنا عبادت ہے۔ سیاست کی جولانگاہ ہو یا معیشت کا میدان، انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی مسائل، تہذیبی اصول ہوں یا تمدنی ضوابط، عائلی زندگی ہو یا معاشرتی حیات، الغرض زندگی کا جو بھی شعبہ ہو اگر وہ قانون الٰہی کی بنیادوں پر استوار ہے۔ تو سمجھئے کہ وہ عبادت ہی ہے۔ رزق حلال کیلئے کسب کرنا، حسن تمدن کیلئے کوشاں ہونا، اسلام کی بالادستی کیلئے

(1) البقرۃ، 2:154

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میدان حرب میں کودنا، لوگوں کے ساتھ موانست، غمخواری، ایفائے عہد، صلہ رحمی، خشیت الٰہی، اطاعت رسول سب عبادات ہی ہیں۔ارشاد ربانی ہے۔

{ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ }(1)

یعنی حکم فقط اللہ کا ہے اُس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین ہے۔

معلوم ہوا کہ عبادت ایک جامع اسم ہے اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور مرغوب ہے۔

﴿ب﴾ اظہار عبودیت قدیمی عمل ہے

جب حضرت انسان پیغمبرانہ تعلیم سے دور ہوا اور اس نے اعتباری نگاہ سے کائنات کو دیکھا تو انسان کی اس عبرت بھری نگاہوں نے اس پر واضح کر دیا کہ اے انسان تو طبعی حوادث میں محصور ہے۔ مدافعتی زندگی کی تو از خود قدرت نہیں رکھتا چنانچہ اس حقیقت نے انسان میں ذہنی جھکاؤ پیدا کر دیا اور ایک غالب ترین قوت کا احساس دیا کہ یقیناً کوئی ہستی ضرور ہے جو ظلمت کدۂ دہر کو مشعل نور دیتی ہے۔اور نورانی قندیلوں کو حجابات میں مستور کرتی ہے۔اب چونکہ لوگوں کی ذہنی استعداد مختلف تھی لہذا ہر انسان نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق سوچا اور اپنے معبود کی تعیین میں سرگرداں ہو گیا۔

کسی نے دمکتے شمس وقمر کو مرکز عبادت قرار دیا کسی نے مچلتی آگ میں جلوۂ شدت کو پا کر اس کے سامنے سر جھکا دیا کسی نے زہریلے سانپ کو مرکزیت دی اور کسی نے گائے کو منفعت بخش سمجھتے ہوئے اپنا معبود جانا اور بعض نے تو اپنے ہی ہاتھوں کی مصنوعات کو مسجود جبین قرار دے دیا الغرض معبود کا تصور تو تھا لیکن لوگوں کی ذہنی استعداد کے تفاوت کے باعث اختلاف رہا ہے(جب انسان الہامی پیغام سے گردن پھیرتا ہے تو یونہی ذلت اُس کا مقدر بنتی ہے انسان کی فکری پرواز اس وقت حق رسیدہ ہو سکتی ہے کہ جب پیام الٰہی کی مشعل بردار ہو۔

(1) یوسف،40:12

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی (اور خوف خدا رکھتا ہو اور تقویٰ اختیار کرے) وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں (1)

اگر تمام اولاد آدم پیغمبرانہ تعلیم کا سہارا لیتے تو تعدد الہ کا اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ انبیاء برادری کا منشور شروع سے آخر تک ایک ہی رہا ہے بنیادی اصولوں میں وحدت ہی رہی ہے البتہ زمانے کی قدروں کے ساتھ ساتھ حکم شریعت تبدیل ہوتا رہا ہے بایں ہمہ نیرنگیٔ زمانہ ہمہ گیر الہامی اصولوں پر اثر انداز نہیں ہوگی یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے دور میں الہامی اصولوں میں وحدت رہی ہے۔

﴿ج﴾ اسلام میں مرکز عبادت ہے

اسلامی تعلیمات کی رو سے عبادات کا مرکز اللہ جل مجدہ کی ذات ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ }(2)

یعنی ابتداء لوگ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے تھے لیکن آہستہ آہستہ لوگوں نے نئے نظریات تراشے اور ان نظریات پر اس طرح متشدد ہوئے کہ وہی نظریات ان کا مذہب بن گئے۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔

{ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا }(3)

شروع میں لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے (پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے) تو اللہ نے انبیاء کو مبعوث کیا جو مومنوں کو رضاء الٰہی کی خوشخبری دیتے اور کفار کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ کتابیں اتاریں تاکہ وہ کتاب لوگوں کے درمیان مختلف فیہ باتوں کا فیصلہ کردے۔

---

(1) النور، 52:24

(2) البقرۃ، 163:2

(3) البقرۃ، 213:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن جب ہوس وخود غرضی کی ہوا چلی اور فرمان الٰہی پر شخصی افکار نے حملہ کیا تو انسانی برادری کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا اور پھر جو جس سے زیادہ مرعوب ہوا اُسی کے سامنے جھک گیا۔

﴿د﴾ عبادت کے اہم فوائد

عرب کے تین قبیلوں کے کچھ لوگ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے اور حضور کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ دریافت کرنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا اب تو میں تمام رات نماز ہی پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں تو ہمیشہ دن بھر روزہ رکھوں گا، جبکہ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے جدا رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اتنے میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ایسی باتیں کر رہے تھے؟ یاد رکھو، تم سے زیادہ خدا سے میں ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ اُس کے حضور حاضر رہنا چاہتا ہوں لیکن میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (یہاں لائق توجہ امر یہ ہے کہ ہمیشہ بھوکا، پیاسا رہنے سے جو معاشی ناہمواری پیدا ہو سکتی تھی سرکار دو عالم نے اپنی عملی زندگی کا نمونہ پیش کر کے اس کا تدارک فرما دیا پھر فرمایا) میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں (رات بھر جاگ کر عبادت کرنے سے اندیشہ تھا کہ معاشرتی اکائی کہیں معاشرہ سے کٹ نہ جائے اس ممکنہ خطرے کو زائل کرنے کے لئے حضور ﷺ نے اپنی ذات کو پیش کر دیا کہ دیکھو میں رات کو عبادت الٰہی بھی کرتا ہوں اور سویا بھی کرتا ہوں اس طرح حضور نے گلستان معاشرت کی آبیاری فرمائی پھر فرمایا) کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے اس عمل کو پیش کر کے عائلی و معاشرتی زندگی کو استحکام عطا فرمایا ہے) جو میرے طریقہ پر نہیں چلتا وہ میری جماعت میں نہیں۔(1) سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا عمل پیش کر کے تمام ممکنہ معاشرتی ناہمواریوں کا خاتمہ کر دیا۔ معلوم ہوا کہ عبادت معاشرہ کے بگاڑ نہیں بلکہ استحکام کا ذریعہ ہے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح باب ترغیب فی النکاح، رقم 4776 ص 1949/5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿ھ﴾ عبادت الٰہی وقت کا صحیح مصرف ہے

عبادت الٰہی سے کام کرنے کی لگن ولولہ اور نئی امنگ ابھرتی اور ادائے فرض کا احساس جنم لیتا ہے۔ خدا کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کی تعمیل کا جذبہ ابھرتا ہے انسان کے اندر ایک بلند ہستی کا احساس جنم لیتا ہے، جب انسان رب کائنات کو اپنی ذات بلکہ ساری کائنات پر غالب سمجھتا ہے تو پھر اس کے بتائے ہوئے احکام کی ادائیگی کی طرف قدرتی کشش پیدا ہوتی ہے، پھر انسان خوب جذب و استغراق میں مامورات پر عمل کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور کامل گھر کر لیتا ہے، تو پھر انسان سیاسی ناہمواریوں، اقتصادی نشیب و فراز عائلی اور معاشرتی مسائل کا حل اسلام کے بتائے ہوئے پرامن اور ہمہ گیر اصولوں کے ساتھ کرتا ہے تو اس انداز تخطیط سے پھر معاشرہ ہر طرح کی الجھنوں سے بچ جاتا ہے اور اسلام کے ہمہ گیر اصولوں کی طرف راغب رہتے ہوئے مسائل کا حل چاہتا ہے معلوم ہوا کہ عبادت کرنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ وقت کے صحیح مصرف کا علم ہوتا ہے ۔حسن معاشرت اور ادائیگی فرض کی طرف اقدام ہوتا ہے۔

﴿و﴾ عبادت سے دائمی راحت ملتی ہے۔

عبادت سے متعلق ایک غلط تصور یہ ہے کہ عبادت میں جسمانی کلفت و مشقت ہی تو ہے اور بس ذرا مگر قرآن حکیم کے مطالبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں بدن انسانی کو تکلیف دینا مقصود نہیں ہے بلکہ اعتدالی حرکت سے جسم کو متناسب رکھنا مقصود ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو ارشاد ربانی۔

{ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا }(1)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

---

(1) البقرۃ، 286:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ }(1)

اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ نہیں رکھتا کہ (مذہب میں) تمہیں کوئی تکلیف ہو لیکن یہ ارادہ (ضرور) رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کردے اور تمہارے اوپر اپنی نعمتوں کو پورا کردے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

یہی وجہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو یا طبیعت ناساز ہو تو تیمّم کفایت کرجاتا ہے، نماز میں قیام پر قدرت نہ ہو تو قعود ہی کافی ہے۔ اگر وسعت رزق نہ بن سکے کامل لباس کی گنجائش نہ ہو تو سترِ عورت کا سامان ہی کافی ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنا اگرچہ افضل ہے لیکن موسمی حالات کی شدت، جسمانی کمزوری، یا راستہ کے خطرات کے باعث نماز گھر میں بھی ٹھیک ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ جب امامت کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر فرمادیتے۔۔۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (کہ دین تو آسان ہے جو شخص دین میں سختی کرے گا دین اسے تھکادے گا)(2)

قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں پتہ چلا کہ دینی قیودات کا مقصد انسان کو گرفتار مشقت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اعضاء کو معتدل حرکت فراہم کرنا ہے۔

﴿ز﴾ عبادت نفع بخش عمل ہے

رب کائنات نے عبادت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا فلسفہ اور فائدہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ ارتکاب معاصی پر یہ سزا ملے گی اور احتراز طغیان پر اجر عظیم، اوامر کی بجا آوری پر یہ ثمر ملے گا اور نواہی کے سرانجام دینے پر یہ توبیخ ہوگی قرآن مقدس نے اس وضاحت سے عبادت کے غیر نفع بخش ہونے کا تصور مٹ جاتا ہے۔ دیکھئے قرآن مقدس نے جہاں اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کا حکم دیا ہے وہاں اس کا فلسفہ بھی بیان کردیا ہے کہ یہ اعمال تمہارے لئے توشۂ آخرت ہوں گے۔

(1) المائدہ، 6:5

(2) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الدین یسر، رقم 39، ص 23/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

{ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ }(1)

یعنی اور نماز درستی سے ادا کرو اور زکوۃ دیتے رہو اور جو نیک کام اپنی بھلائی کیلئے آخرت میں بھیجو گے اس کا ثواب اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

جہاں صبر سے کام لینے کا احساس دلایا وہاں بطور فلسفہ صابر کیلئے اپنی معیت کا اعلان بھی فرمایا۔

{ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ }(2)

یعنی اے مومنو صبر اور نماز سے کام لو بے شک اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

روزوں کا حکم دینے کے بعد بطور فلسفہ فرمایا کہ روزے تمہارے لئے تقویٰ کا باعث ہیں۔ روزوں سے تقویٰ کا محل بنتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ }(3)

یعنی اے مومنو! پہلے لوگوں کی طرح تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم گناہوں سے بچو اور جہاں گناہوں سے بچنے کا حکم دیا بطور فلسفہ فرمادیا کہ گناہوں سے بچنے ہی میں تمہاری فلاح و بہبود ہے اسی سلسلہ میں حدیث نبوی ﷺ ملاحظہ ہو۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے سے نہر گزرے اور وہ شخص ہر دن اُس نہر میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی، صحابہ نے عرض کیا نہیں کوئی میل کچیل باقی نہ رہے گی تب سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ خدا ان کے ساتھ تمہارے گناہ مٹا دیتا ہے۔(4)

سرکار دو عالم ﷺ نے جب بادشاہوں کے نام قبولیت اسلام کے خط لکھے تو بذریعہ خط انہیں مطلع کر دیا

(1) البقرۃ، 110:2
(2) البقرۃ، 153:2
(3) البقرۃ، 183:2
(4) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المواقیت، باب تعجیل العصر، رقم 505، ص 197/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گیا کہ قبولیت اسلام میں تمہاری ہی بہتری ہے "اسلم تسلم "یعنی تو مسلمان ہو جا کیونکہ اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ الغرض عبادت کے حکم کے ساتھ ساتھ اس کا فلسفہ بھی بیان کر دیا گیا تا کہ عبادت کی طرف زیادہ سے زیادہ کشش ہو اور عبادت کی سودمندی کا احساس جاگزیں ہو جائے۔

اگر کوئی شخص عبادت سے انکار کرتا ہے، اور خدا کے سامنے جھکنے سے رک جاتا ہے تو کیا اس شخص نے کوئی کمال حاصل کر لیا؟ کیا یہ تکبر کر کے اکڑ کر عبادت نہ کر کے خدا کا ہمسر ہو گیا؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں اگر چہ اس نے اپنی خوشی سے سر کو نہیں جھکایا، لیکن تکوینی عبادت و تذلل سے تو آزاد پھر بھی نہیں ۔۔۔ منکر عبادت کی حیات و ممات میں کیا اظہار عجز نہیں؟ اس کی صحت و مرض میں خدا کیلئے اظہار بندگی نہیں؟ کیا انسان کے عزائم کے نامکمل رہنے اور شرمندہ تعبیر نہ ہو سکنے میں اظہار عاجزی نہیں ہے۔ الغرض انسان خدا کے تشریعی قوانین کو نہ بھی مانے تکوینی انداز میں تو اظہار بندگی کرتا ہی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص تکوینی بندگی کے ساتھ ساتھ تشریعی بندگی کا بھی اظہار کرتا ہے تو اسے بارگاہ الٰہی سے سند امتیاز حاصل ہوتی ہے اور اگر کوئی اظہار بندگی نہیں کرتا تو گمراہی و ذلت کا طوق اس کی گردن میں لٹکا دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا }(1)

جو شخص راہ راست پر چلتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے چلتا ہو اور جو بے راہروی اختیار کرنا سو وہ ہی اپنے ہی نقصان کیلئے کرتا ہے۔

﴿ح﴾ عبادت کے مقاصد

اسلام ہی ہر حرکت (خواہ فکری ہو یا عملی) کی کوئی، کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے اسلام نے جن لازمی عبادات کو اپنانے کا انسان کو پابند کیا ہے ان عبادات کو بجالانے کیلئے متعدد مقاصد ہیں چند بڑے مقاصد درج ذیل ہیں۔

---

(1) بنی اسرائیل، 15:17

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

1۔ مقصدِ تخلیق کا احساس دلانا

عبادت کا پہلا مقصد انسان کو اس سوچ میں پختگی دینا ہے کہ وہ عبادت کیلئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ }(1)

یعنی میں نے جن وانس محض اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔

2۔ معبود سے رابطہ

عبارت کا دوسرا مقصد مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ کو استوار کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ }(2)

یعنی اے لوگو تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔

رابطہ کی مضبوطی کی شدت پر زور دیتے ہوئے فرما۔

{ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ }(3)

یعنی (اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں، تو انتظار کرو کہ اللہ تم پر اپنا عذاب بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

(1) الذاریات، 56:51
(2) البقرۃ، 21:2
(3) التوبہ، 24:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ }(1)

یعنی اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

نیز فرمایا

{ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ }(2)

یعنی بلکہ اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

3۔عقیدۂ توحید میں مضبوطی پیدا کرنا

مقاصد شریعہ کی حفاظت کیلئے نظریاتی ایجابی پہلو میں اصل الاصول نظریہ توحید ہے۔عبادت کا تیسرا مقصد اس نظریہ توحید میں مضبوطی پیدا کرنا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ }(3)

یعنی بے شک میں ہی اللہ ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ۔

نیز فرمایا

{ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ }(4)

یعنی اُنہیں تو صرف ایک اللہ جس کے سوا دوسرا کوئی الہ نہیں ہے کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا ان کے شرک سے اللہ پاک ہے۔

4۔حصول تقویٰ

شریعت اسلامیہ میں عبادت کا اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(1) الحجر،99:15
(2) الزمر،66:39
(3) طٰہٰ،14:20
(4) التوبہ،31:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

{ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ }(1)

یعنی اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

جملہ عبادات کی علت غائی تقویٰ ہی کا حصول ہے اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں اسی امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس بارگاہ میں بندوں کے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

{ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ }(2)

یعنی اللہ کی بارگاہ میں قربانی کے جانور کا گوشت اور اس کا خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

5۔ عجز پیدا کرنا

عبادت کا پانچواں مقصد بندوں میں عجز وانکساری پیدا کرنا اور تکبر، نخوت وغرور کا خاتمہ کرنا ہے اگر کوئی شخص عبادت بھی کرتا ہے مگر رعونت اور تکبر بھی رکھتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے عبادت کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ قرآن مقدس میں عبادت کے مقابلہ میں تکبر کا استعمال بھی بتاتا ہے کہ عبادت اور تکبر یہ دونوں ضدیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا }(3)

یعنی جو شخص اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ انہیں اپنی طرف ہانکے گا۔

نیز فرمایا

{ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا }(4)

یعنی جن لوگوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا (اللہ) انہیں دردناک عذاب دے گا۔

---

(1) البقرہ، 21:2
(2) الحج، 37:22
(3) النساء، 172:4
(4) النساء، 173:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز فرمایا

{ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ }(1)

یعنی اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔

نیز فرمایا

{ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ }(2)

یعنی بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عن قریب جہنم میں ذلیل ہو کر جائیں گے۔

﴿ط﴾ عبادت کی اہمیت و مقام

عقائد انسان سے عمل کا تقاضا کرتے ہیں تا کہ انسان کی فکر اور اس کے عمل میں ہم آہنگی ہو جائے اور عبادت اس تقاضا کی تکمیل کرتی ہے نظریات و عقائد کو پختہ کرتی ہے گویا عبادت اللہ جل جلالہ کے ساتھ رابطہ کی عملی تصدیق ہے۔

معلوم ہوا کہ عبادت حفاظت دین کا ذریعہ ہے عبادت کے متعدد شعبے ہیں جیسں نماز، روزہ، زکوۃ، حج انہیں فرائض اربعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے انہیں دیگر جملہ عبادات کے اصول بھی کہا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ان فرائض اربعہ کی اہمیت کا اظہار ان کلمات سے فرمایا ہے۔

(بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ و حج البیت و صوم رمضان)(3)

یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور

(1) النمل،49:16

(2) المؤمن،60:40

(3) مسلم ،الجامع الصحیح ،کتاب الایمان ، باب ارکان الاسلام ودعا ئمۃ العظام،رقم 16،ص 45/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ کے بندے اور رسول ہیں ، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

مندرجہ بالا چار عملی عبادات دراصل دیگر عبادات کیلئے اصول قرار پاتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہی عبادت پر پورا اترنا بس تکمیل انسان کیلئے کافی ہے بلکہ یہ ان جملہ عبادات کی نمائندگی کرنے والی عبادات ہیں جن کے ذریعہ انسان، انسان کامل بنتا ہے اس لئے ان چار فرائض کو انسان کے اچھے اعمال کے چار اصول کہہ سکتے ہیں گویا

1۔ بندوں کے وہ تمام اعمال صالحہ جن کا تعلق فقط خالق اور مخلوق سے ہے ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان نماز ہے۔

2۔ بندوں کے وہ تمام اچھے کام جو دوسرے بندوں کے آرام اور فائدہ کیلئے کئے جاتے ہیں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان صدقہ وزکوۃ ہے۔

3۔ بندوں کا اچھے مقصد کے حصول کیلئے محنت کرنا تکلیف اور مشقت جھیلنا اور نفس کو مادی خواہشات سے صاف کرنا یہ ایک الگ باب ہے۔ جس کا عنوان روزہ ہے۔

4۔ بندوں کا دوسرے بندوں کے ساتھ رابطہ، اخوت کی مجسم تشکیل، اہل اسلام کی تنظیم اور محنت شاقہ کے ذریعے رزق کا حصول ایک الگ باب ہے جس کا عنوان حج ہے۔(1)

اللہ جل جلالہ نے اسلامی عقائد ونظریات کو اختیار کرنے والے اور ان کے زیر اثر اعمال صالحہ کو سرانجام دینے والے افراد کیلئے وعدہ فرمایا ہے کہ دنیا کی تمام دولتیں اور نعمتیں ان کے زیر نگیں کردوں گا۔

{ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ }(2)

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں اور تمام نیک کام کرنیوالے لوگوں کیلئے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا۔

---

(1) ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ، ص53,52/5

(2) النور، 55:24

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسرا اَمر :احسانیات واخلاقیات

i نوافل (غیر لازمی عبادت)

اصولی عقائد ونظریات (توحید، رسالت، آخرت اوران کے متعلقات) پر یقین کامل رکھنے اور اصولی عبادات (نماز، روزہ زکوۃ، حج اوران عنوانات کی فروعات) کو بجالانے کے بعد حفاظت دین کے ایجابی پہلو سے متعلق تیسرا امر نفلی عبادات کو اختیار کرنا ہے۔اسے دین کا احسانی دائرہ قرار دیا جاتا ہے جملہ نفلی عبادات ،فرضی عبادات کے تابع ہوتی ہیں اور فرضی عبادات کیلئے مکملات کا درجہ رکھتی ہیں۔نوافل کی تکمیلی حیثیت کو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کلمات سے واضح فرمایا ہے۔

(ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلوة المکتوبة فان اتمها والا قیل انظروا هل له من تطوع فان کان له تطوع اکملت الفریضة من تطوع ثم یفعل بسائر الاعمال المفروضة مثل ذالك) (1)

یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے فرضی نمازوں کے متعلق حساب ہوگا اگر وہ پوری ہو گئیں تو ٹھیک ہے اور اگر پوری نہ ہوئیں تو کہا جائے گا کہ دیکھو اس کی نفل نمازیں ہیں اگر نفل نمازیں ہوئیں تو ان سے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے گا ایسا ہی عمل تمام فرائض کے ساتھ ہوگا۔ (کہ ان فرائض کی کمی نوافل سے پورا کیا جائے گا)

حدیث مذکور سے واضح ہو گیا کہ نوافل کی حیثیت مکملات کی حیثیت ہے نماز کی تکمیل نفلی نمازوں سے ہوتی ہے، روزوں کی تکمیل نفلی روزوں سے، زکوۃ کی تکمیل نفلی صدقات وخیرات سے حج کی تکمیل عمرہ اور طواف سے ہوتی ہے۔نماز، روزہ، حج، زکوۃ یہ عنوانات ہیں اور ان عنوانات کے تحت جس قدر اخلاقیات ونوافل ہیں وہ اپنے متعلقہ عنوان کی بجا آوری میں مکلّف سے جو کمزوریاں باقی رہ جاتی ہیں، یہ اخلاقیات ونوافل اس کی کو پورا کرتے ہیں۔

---

(1) نیل الاوتار، ص 345/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ii اخلاق حسنہ

﴿الف﴾ لغوی مفہوم

اَخلاق، خُلق کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عادت، خصلت، خو، طبعی خصلت، مروت لہذا اخلاق کے معنی ہیں عادات، خصائل، ملنساری، کشادہ پیشانی (1)

﴿ب﴾ اصطلاحی مفہوم

امام غزالی نے احیاء العلوم میں خلق کی تعریف حسب ذیل کی ہے۔

''خلق''، نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ہیئت راسخہ کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے صعوبت اور کسی فکر و توجہ کے بغیر ''نفس'' سے اعمال صادر ہوسکیں۔ پس اگر یہ ہیئت اس طرح قائم ہے کہ اس سے عقل و شرع کی نظر میں اعمال حسنہ صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام ''خلق حسن'' ہے اور اگر اس سے غیر محمود افعال کا صدور ہوتا ہے تو اس کو ''خلق سی'' اور ''بد اخلاقی'' کہتے ہیں۔(2)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ ''حسن خلق سید المرسلین ﷺ کی صفت ہے اور یہ اعمال صدیقین میں سے سب سے افضل ہے'' وہ حسن خلق کو ''نصف دین''، ''ثمر مجاہدہ متقین'' اور ''نتیجہ ریاضت عابدین'' قرار دیتے ہیں۔ وہ ''اخلاق بد'' کو زہر قاتل، مہلک اور باعث ذلت وخواری قرار دیتے ہوئے شیطان کے کھلے دروازوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اخلاق جمیلہ دار نعیم (جنت) کھلے پھاٹک اور قرب الٰہی کے وسائل ہیں۔(3)

---

(1) الزبیدی، تاج العروس، فصل الخاء من باب القاف، ص346/6

(2) الغزالی، احیاء العلوم، ص80/3

(3) الغزالی، م ن، ص80/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿ج﴾ مقام خلق

1۔ قرآن کی روشنی میں

اللہ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو عظیم منصب خلق پر فائز قرار دیا اور فرمایا

{وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ }(1)

یعنی اور بے شک آپ خلق عظیم کے منصب پر فائز ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ جل جلالہ کی نظر میں خلق میں حسن کا ہونا عظیم ترین امر ہے اسی لئے تو حضور علیہ السلام کو اس منصب پر فائز فرمایا۔

2۔سنت کی روشنی میں

(اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً)(2)

مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق بہترین ہیں۔

(خیارکم احاسنکم اخلاقاً)(3)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(ان الرجل لیدرك بحسن خلقه درجة قائم اللیل و صائم النھار)(4)

انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(ما من شی یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق فان صاحب حسن الخلق لیبلغ به درجة صاحب الصوم والصلوة)(5)

---

(1) القلم، 4:68

(2) المعجم الاوسط،ص،356/4

(3) السیوطی ،عبدالرحمن بن الکمال الدر المنثور،س ،322/2

(4) البیھقی،الاداب،ص، 192/1

(5) القرطبی ،تفسیر ،ص،18/18

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قیامت کے دن ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے

روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

(خیر ما اعطی الناس خلق حسن)(1)

لوگوں کو قدرت الٰہی کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئیں تو ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔

(احب عباد الله الی الله احسنهم اخلاقا) (2)

اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(ان احبکم الی و اقربکم منی فی الاخرة محاسنکم اخلاقا و ان ابغضکم الی و ابعدکم منی فی الآخرة مساویکم اخلاقا) (3)

تم میں میرا سب سے پیارا اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہے جو تم میں خوش خلق ہے اور مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بداخلاق ہیں۔

(حسن الخلق خلق الله الاعظم) (4)

خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے۔

3۔شرائط خلق

امام غزالی خلق کو نفس کی ایک ہیئت راسخہ قرار دیتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً کسی ضرورت میں بہت مال و دولت اٹھا ڈالے تو اس کا خلق سخاوت نہیں کہلائے گا جب تک کہ یہ بات اس کے دل میں جم نہ جائے۔

امام غزالی خلق کی تعریف میں اس بات کو بھی شامل کرتے ہیں کہ یہ عمل نفس کی ہیئت راسخہ سے بلافکر

(1) عبد الرؤف مناوی ،فیض القدیر شرح لجامع الصغیر ،ص652/3

(2) عبد الرؤف مناوی ،م ن،ص226/1

(3) احمد بن حنبل ،مسند احمد ،کتاب مسند الشامیین ،باب حدیث ابی ثعلبه الخشینی ،رقم 17066،ص193/4

(4) عبد الرؤف مناوی ،م ن،ص508/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تامل صادر ہونا چاہئے ۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''بلا تامل'' کی قید صدور افعال میں اس لئے ہے کہ اگر کوئی بڑی فکر وتامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اس کا خلق سخاوت اور حلم نہ ہوگا۔ گویا خلق کا راسخ اور ثابت النفس ہونا اور بلافکر وتامل ہونا ضروری ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ

''خلق'' صرف فعل کا نام نہیں کیونکہ بہت سے آدمی خلق سجار کھتے ہیں، مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور رہتے ہیں اس لئے ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ دیگر ضدین کی طرف بھی یکساں ہیں اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکھتا ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت اس میں ہو۔اور صرف معرفت یعنی پہچان بھی خلق نہیں کیونکہ معرفت بھی مثل ملکہ اور قدرت کے اچھے برے سب کے ساتھ متعلق ہوسکتی ہے۔

وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا پر مستعد ہوتا ہے، خلق نفس کی اسی ہیئت اور صورت باطنی کا نام ہے۔(1)

ارکان خلق

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس طرح حسن ظاہری کے چار ارکان (آنکھ، ناک، منہ، رخسار) ہیں اسی طرح باطنی حسن کے بھی چار ارکان ہیں۔

۱۔قوت علم ۲۔قوت غضب

۳۔قوت شہوت ۴۔عدل

قوت علم کی خوبی یہ ہے کہ آدمی اس کے سبب اقوال کا صدق اور کذب واعتقادات میں حق و باطل اور اعمال میں اچھے برے میں تمیز کر لیتا ہے جب آدمی کو قوت علم میسر آجاتی ہے تو اس کے ثمرہ میں حکمت پیدا ہوتی ہے جو کہ تمام اخلاق جمیلہ کی اصل ہے۔

(1) الغزالی ، م ن ، ص 80/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قوت غضب وشہوت کی خوبی یہ ہے کہ دونوں حکمت کے موافق ہو جائیں اور اس کے اشارہ پر چلیں ۔یعنی جس بات کو عقل اور شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کریں۔

قوت عدل سے یہ غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو عقل اور شرع کے پابند کر دینے کی قدرت حاصل ہو۔

جس شخص کے یہ چار ارکان درجہ اعتدال پر ہوں گے وہ ''خوش خلق مطلق'' کہلائے گا۔اور جس میں صرف ایک ہی رکن یا دو ارکان اعتدال پر ہوں گے تو وہ اسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا۔

قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام ''شجاعت'' ہے۔

قوت شہوت کے حسن واعتدال کا نام ''عفت'' ہے

قوت غضبی اگر اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اس کا نام ''تہور'' ہوگا

قوت غضبی اگر اعتدال سے کم ہوگی تو ''نامردی'' (بزدلی) اور ''خواری'' کہلائے گی۔

قوت شہوت اگر اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اسے ''شرہ'' یا ''حرص'' کہا جائے گا۔

قوت شہوت اعتدال سے کم ہوگی تو اسے ''جمود'' (بستگی طبیعت) کا نام دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا اخلاق میں کمی یا زیادتی مذموم متصور ہوتی ہے ۔ان اخلاق کا اعتدال میں رہنا ''فضیلت'' ہے۔

قوت عدل میں کمی یا بیشی نہیں ہوتی اس کی ضد صرف ''ظلم'' ہے کہ جب ''عدل'' نہ ہو تو ''ظلم'' ہوگا

قوت علمیہ کا حسن واعتدال ''حکمت'' ہے اگر اس کی زیادتی خراب مقاصد میں واقع ہو تو اس کا نام ''مکر وفریب'' ہوگا اور کمی کی صورت میں ''بے وقوفی'' کہلائے گی ۔اعتدال (درجہ اوسط میں) رہنے کا نام ''حکمت'' ہوگا۔(1)

﴿۹﴾ اخلاق کی اصل

اخلاق کی اصل (بنیاد) چار چیزیں ہیں۔

---

(1) الغزالی ، احیاء العلوم ، ص 81/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۔حکمت ۲۔شجاعت ۳۔عفت ۴۔عدل

حکمت: سے مراد وہ حالت نفس ہے جس سے سب احوال اختیاری میں صحت اور غلطی کو معلوم کر لے۔

شجاعت: سے غرض یہ ہے کہ غضب عقل کا منقاد ہو جہاں وہ اقدام کو کہے وہاں کرے۔

عفت: سے یہ غرض ہے کہ قوت شہوت عقل کی تادیب کے بموجب کاربند ہو۔

عدل: سے مراد وہ حالت نفس ہے جس سے غضب اور شہوت کو قابو میں رکھے۔

مندرجہ بالا چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب ''اخلاق عمدہ'' پیدا ہوتے ہیں اور ان کے افراط وتفریط سے ''اخلاق بد'' پیدا ہوتے ہیں۔

﴿ذ﴾ پیدائش فضائل ورذائل

قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔حسن تدبیر ۲۔تیزی ذہن ۳۔صائب الرائے ۴۔دقائق اعمال

قوت عقلی کی زیادتی سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔مکروفریب ۲۔حقد ۳۔خبث باطن

قوت عقلی کے کم ہونے سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ناتجربہ کاری ۲۔بے شعوری ۳۔حمق ۴۔جنون

قوت غضبی کے اعتدال (خلق شجاعت) سے مندرجہ ذیل فضائل جنم لیتے ہیں۔

۱۔کرم ۲۔دلیری ۳۔شامت ۴۔کسرنفسی ۵۔حلم

۶۔استقلال ۷۔غصہ کا فرو ہونا ۸۔وقار(1)

قوت غضبی کی زیادتی (تہور) سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔کبر ۲۔شیخی ۳۔غصہ سے جل اٹھنا ۴۔عجب

(1) الغزالی، م ن، ص81/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قوت غضبیہ کی کمی (نامردی) سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔خواری ۲۔ذلت ۳۔خوف ۴۔خست ۵۔پست حوصلگی

قوت شہوت کے اعتدال (عفت) سے مندرجہ ذیل فضائل پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔سخاوت ۲۔حیاء ۳۔صبر ۴۔چشم پوشی

۵۔قناعت ۶۔پرہیزگاری ۷۔لطافت ۸۔حوصلہ

قوت شہوت کی کمی (طمع) اور بیشی سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہتے ہیں۔

۱۔حرص ۲۔بے حیائی ۳۔خبث ۴۔اسراف ۵۔بے حرمتی

۶۔خوشامد ۷۔فحاشی ۸۔حسد ۹۔شجاعت

۱۰۔تونگروں میں ذلیل بننا ۱۱۔فقیروں کو حقیر جاننا (1)

﴿ح﴾ اخلاق کی تغیر پذیری

حکماء کے نزدیک یہ مسئلہ اہم ہے کہ کیا اخلاق تغیر پذیر ہیں، یا ناقابل تغیر؟ بعض کا خیال ہے کہ اخلاق بدل سکتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اخلاق نہیں بدلتے۔

آیئے اس سلسلہ میں امام غزالی کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

''جن لوگوں پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہے ان پر مجاہدہ اور ریاضت، تزکیہ نفس کیلئے شاق ہے ان کا نفس اسباب کو گوارا نہیں کرتا اس قسم کے لوگوں کا قول ہے کہ ''اخلاق'' میں تغیر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ طبیعت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

وہ لوگ اس دعویٰ کی دو وجوہات بیان کرتے ہیں۔

اول یہ کہ خلق صورت و باطن کا نام ہے جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہیں، لیکن صورت ظاہری کی تبدیلی ممکن نہیں۔ مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو نہیں بڑھا سکتا نہ بڑے قد والا آدمی اپنا قد چھوڑ کر سکتا

---

(1) الغزالی، احیاء العلوم، ص 82/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اور نہ بدصورت خوبصورت بن سکتا ہے۔ ان مثالوں سے وہ یہ خیال اخذ کرتے ہیں کہ باطن کی برائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہے مگر طویل مجاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں طبیعت کے اقتضاء سے ہوتی ہیں اور کبھی منقطع نہیں ہوتیں۔ پس اس کے درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہے کیونکہ تزکیہ نفس سے غرض یہ ہے کہ قلب کا التفات لذت فانی کی طرف نہ رہے اور اس کا وجود محال ہے۔

وجہ اول کا جواب یہ ہے کہ اگر اخلاق میں تغیر نہ ہوسکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بے کار جاتیں تو حضور ﷺ یہ کیوں فرماتے ''ان من خیارکم أحسنکم اخلاقا ''(1) یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔

آدمی تو درکنار یہ بات جانور میں بھی ممکن ہے دیکھو باز کی وحشت انس سے کیسے تبدیل ہوجاتی ہے ۔شکاری کتا تعلیم سے کیسا مودب ہوجاتا ہے کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے کھانے کی غرض مطلق نہیں کرتا۔ پس اگر یہ اخلاق کا تغیر نہیں تو اور کیا ہے؟

وجہ دوم کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ بات کہتے ہیں کہ ''حسن خلق سے استیصال شہوت، غضب ہوتا ہے اور یہ آدمی میں پایا جانا محال ہے'' تو ان کو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات نیست ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ بات مقصود نہیں بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ خلقت انسانی میں اس کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ اگر بالفرض کھانے کی شہوت نہ رہے تو آدمی ہلاک ہوجائے یا اگر شہوت جماع نہ رہے تو نسل انسانی منقطع ہوجائے اسی طرح غضب اگر بالکل نابود ہوجائے تو آدمی مہلک چیزوں کو دفع نہ کرسکے اور تباہ ہوجائے۔ دراصل شہوت کا نیست و نابود کرنا منظور نہیں بلکہ افراط و تفریط ترک کرکے اسے اعتدال پر لانا ہے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ رقم 366، ص 1305/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غضب اور شہوت کے بالکل منقطع کر دینے کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ انبیاء بھی ان سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ ہاں ان کو حد اعتدال پر رکھنا ہی عین مقصود ہے اور یہی انبیاء و صلحا کا شیوہ ہے۔ غضب اور شہوت کا حد اعتدال پر آنا، اس طرح کہ کوئی ان میں سے عقل پر غالب نہ ہو بلکہ عقل ہی کے قابو میں رہیں یہ ممکن ہے اور تبدیل خلق سے بھی یہ غرض ہے ریاضت و مجاہدہ سے ایسے اخلاق کو حد اعتدال میں لایا جا سکتا ہے۔

﴿ط﴾ حُسنِ اَخلاق کا حصول

حسن اخلاق کیسے حاصل ہوتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم (جلد سوم) میں رقمطراز ہیں حسن اخلاق دو طریقوں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

1۔ داد الٰہی سے

یعنی انسان ابتدائے پیدائش ہی سے کامل العقل اور خوش خلق پیدا ہوا اور شہوت و غضب کا اس پر غلبہ نہ ہو بلکہ یہ دونوں عقل و شرع کے تابع ہوں تو ایسا شخص بے علم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب مؤدب۔ جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ اور حضرت محمد ﷺ۔

یہ بات کچھ بعید نہیں کہ آدمی کی پیدائش اور فطرت میں وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اکثر بچے شروع ہی سے سخی، جری اور صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہیں۔

2۔ کسب سے

حسن اخلاق حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ریاضت و مجاہدہ ہے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اہل سخاوت کا فعل (بذل مال) اختیار کر کے اپنے نفس پر ہمیشہ زور دیتا رہے کہ یہ کام ضرور کرنا ہے۔ یہاں تک کہ یہ امر اس کی عادت ہو جائے اور طبیعت میں راسخ ہو جائے تو وہ سخی ہو جائے گا۔ اسی طرح تمام اچھے اخلاق کثرت تکرار سے طبیعت میں راسخ کئے جا سکتے ہیں۔

امام غزالی کا خیال ہے کہ خوش خلقی کی علامت یہ ہے کہ اس میں آدمی کو لذت حاصل ہو۔ مثلاً سخی اسی کو کہیں گے جو مال خرچ کرے اور اس میں اس کو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے اور برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہ ہوگا۔

ان کا خیال ہے کہ جب تک عبادات کا بجا لانا اور ممنوعات کا چھوڑنا برا معلوم ہوگا اور نفس پر شاق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گذرے گا تب تک نقصان باقی رہے گا اور آدمی کمال سعادت کو نہ پہنچے گا۔

سعادت موعودہ کے حاصل کرنے کیلئے یہ امر کافی نہیں کہ کبھی تو اطاعت میں مزہ ملے اور نافرمانی بری معلوم ہو اور بعض اوقات یہ کیفیت نہ ہو سعادت حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اطاعت میں ہمیشہ مزا ملے گا اور نافرمانی ہمیشہ بری معلوم ہو۔(1)

﴿ی﴾ حسن خلق کی تمیز اور اس کی علامتیں

اس باب میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہیں ہوتی، پس ذرا سا مجاہدہ کر کے بڑے بڑے گناہ ترک کر دیتا ہے تو سمجھنے لگتا ہے کہ اب میں مہذب ہو گیا ہوں اور میں حسن اخلاق کا حامل ہو گیا ہوں اس لئے ضروری ہے کہ علامات حسن خلق بتا دی جائیں۔

اس ضمن میں امام غزالی آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کرنے کے بعد اولیائے کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ تمام اخلاق جو قرآن وسنت کے مطابق اخلاق حسنہ ہیں۔ وہی اخلاق جمیلہ ہیں جو خلق قرآن وسنت کے مطابق نہیں وہ ''خلق بد'' ہے خلق حسن نہیں۔

حسن خلق کی علامات یوں بیان کی جاسکتی ہیں۔

خوش خلق وہ آدمی ہے جو کثیر الحیاء، کثیر الصلاح، کم آزار، کم سخن، کثیر العمل، کم لغزش، راست گفتار، نیکوکار، صاحب وقار، صابر، شاکر، راضی، حلیم، رفیق، پارسا، شفیق اور بشاش ہو۔

بدگفتار، دشنام دہندہ، چغل خور، غیبت کنندہ، جلد باز، کینہ ور، بخیل اور حاسد نہ ہو بغض وغضب اللہ ہی کے واسطے کرے اور حب ورضا بھی اللہ ہی کیلئے ہو۔

مختصر یہ کہ آدمی اپنے اخلاق کو قرآن وحدیث کے مطابق جانچے۔ اگر اس کے تمام اخلاق قرآن و حدیث کے مطابق پورے اتریں تو وہ آدمی حسن خلق کا حامل ہے اگر مطابقت نہیں تو سوء خلق کی علامت ہے(2)

(1) الغزالی، م ن، ص86/3

(2) الغزالی، م ن، ص86/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسری بحث حفاظت دین کا سلبی (دفاعی) پہلو

حفاظت دین کے سلبی (دفاعی) پہلو کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی میں حائل ہر رکاوٹ کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

وہ رکاوٹ فکری تعطل کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے، قولی نقائص، نفسانی خواہشات کی پیروی، عملی انحطاط اور کافرانہ نظام کے مسلط کرنے اور فروغ کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے۔ یہ ساری رکاوٹیں دینی مزاج کے خلاف ہیں لہذا حفاظت دین کیلئے ضروری ہے کہ ان اور ان جیسی دوسری رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے اسی کوشش کو جہاد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اپنے معنی کے اعتبار سے وسیع مفہوم کا حامل ہے۔

اخلاقی برائیوں (جیسے تکبر، طرفداری، جھوٹی شہادت، براذاق، وعدہ خلافی، جھگڑا، مکابرہ، چغلی کرنا، بلاتحقیق بات کو پھیلانا، حسد، بدنگاہی، کسی کی نقلیں اتارنا وغیرہ) سے بچنا، اخلاقی خوبیوں (جیسے صبر، شکر واستقامت، توکل، توبہ واستغفار، محبت خلق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نوافل، تہجد وغیرہ) کو اختیار کرنا اور کافرانہ نظام کے فروغ اور اسلامی نظام کے بگاڑ کی کوشش کرنے والے افراد سے مسلح مزاحمت یہ سب کچھ جہاد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ حفاظت دین کے سلبی پہلوؤں کا تعارف حسب ذیل ہے۔

i جہاد کا تعارف

﴿الف﴾ جہاد کا مفہوم

1۔ لغوی مفہوم

جہاد اُس کوشش اور محنت کو کہتے ہیں جو کسی معین مقصد کیلئے کی جائے۔

2۔ اصطلاحی مفہوم

جہاد فی سبیل اللہ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ قوانین فطرت کی بالادستی کیلئے راستہ میں حائل ہونے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

والی ہر رکاوٹ سے نبرد آزما ہو جانا فطری ضوابط کی استواری کو قرآن کی اصطلاح میں ''سبل'' سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ ثُمَّ كُلِّي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا }(1)

پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا پھر اپنے رب کے (مجوزہ) قوانین پر چل۔

اس عمومی اصطلاحی مفہوم کے پیش نظر نتیجہ کچھ اس طرح سامنے آتا ہے کہ ہر وہ راستہ اور ضابطہ جو اسلام کے سیاسی غلبہ و استحکام کی طرف جاتا ہے، اُسے اختیار کرنا اور راستہ کی حائل ہر رکاوٹ کو ہٹانے کیلئے سعی پیہم کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اسلام کی بالادستی کیلئے علم حاصل کرنے۔ اسلامی معیشت، سیاست، معاشرہ اور دیگر اسلامی امور کے استحکام کی کوششوں میں حائل ہونے والی رکاوٹوں سے لڑ جانا جہاد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ اور ان کوششوں میں جان دینے والا شخص ابدی حیات کا تحفہ پاتا ہے۔

سبیل کی معنوی عمومیت قرآن مقدس کی درج ذیل آیات میں ملاحظہ ہو۔

(28/22,7/142,6/55,2/108)

جہاد فی سبیل اللہ کی ایک مخصوص صورت یہ ہے کہ مسلمان طبقہ کفار و مشرکین کے سامنے سامان حرب لے کر ڈٹ جاتا ہے۔ جسے قرآن کی اصطلاح میں قتال فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مقدس سے متعدد مقامات پر راہنمائی ملتی ہے۔(2)

---

(1) النحل، 69:16

(2) التوبہ، 111:9

الصف، 4:61

النساء، 76,74:4

البقرۃ، 190:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿ب﴾ جہاد کے معاشرتی مفادات

1 عمرانی استحکام

قتال فی سبیل اللہ ارض الٰہی میں دنگا وفساد برپا کرنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ تعمیر واستحکام کیلئے ہوتا ہے کیونکہ اگر طاغوتی قوتوں کو روکا نہ جائے تو معاشرے کی بڑی مچھلی ہر چھوٹی مچھلی کو نگلتی رہے گی، جس کے باعث معاشرہ ناہمواری کا شکار ہو جائے گا جو بالآخر فساد ارضی پر منتج ہوگا۔ عمرانی استحکام کی خاطر قتال فی سبیل اللہ کو ضروری امر قرار دیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

{ وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ }(1)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ذریعہ لوگوں کو باز نہ رکھتا تو زمین میں فساد ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ سب جہانوں پر رحم کرنے والا ہے۔

2۔ بہبود عامہ

قتال فی سبیل اللہ کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہے ان عناصر کا قلع قمع کرنا ہے جنہوں نے غرباء کے حقوق کو پامال کر رکھا ہوتا ہے۔ اور کمزور افراد کی گردنوں پر سوار ہو کر دعوائے فرعونیت کرتے ہیں اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے۔

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے ہو جبکہ مغلوب مرد اور عورتیں اور بچے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال دے کیونکہ اس بستی کے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا دے''(2)

---

(1) البقرہ، 250:2

(2) النساء، 75:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

3۔حفاظت دین میں حائل رکاوٹوں کے خلاف جہاد

جہاد کی تعرف میں کہا گیا ہے کہ حفاظت دین میں حائل ہونے والی رکاوٹ سے نبرد آزما ہوا جائے ۔جن رکاوٹوں سے جنگ کرنے کے بعد ارتقائی پہلو سامنے آتا ہے ان میں سے معروف رکاوٹیں مندرجہ ذیل ہیں۔

3.1 فکری جمود

ارتقائی پہلو میں سب سے پہلی رکاوٹ فکری تعطل و جمود ہے جن اقوام عالم میں بھی فکر امروز و فردا کم ہوا تو وہ قومیں بے توقیر ہوگئیں اور جن اقوام کے افکار متموج رہے وہ قومیں بتدریج بڑھتی رہیں۔ رضائے الٰہی کے حصول اور منازل رفعت کی دریابندی کیلئے فکری جمود کو ختم کر کے مثبت سوچ کے ذریعے راہ فردا کا تعین کرنا لازمی امر ہے۔افکار مثبتہ کے ذریعہ رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ طلب ہوتی ہے کیونکہ اس سے عزم راسخ اور یقین مستحکم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں کئی ایک مقامات پر فکری جمود کو ختم کرنے اور تدبر و تفکر کو استعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فکر کرنے کو عقلمندوں کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ }(1)

یعنی یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔

---

(1) ال عمران، 3:190,191

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جیسے جیسے انسان کا فکری جمود ختم ہوتا ہے ویسے ویسے انسان کے اندر تقرب الی اللہ کا جذبہ مستحکم ہوتا ہے۔ بقول شاعرِ مشرقؒ

محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

2. قولی نقائص

حصول منزل اور ارتقائی منازل کو طے کرنے کیلئے جہاں فکر و سوچ کے مسدود در و بام کو کھولنا ضروری ہے وہاں قولی نقائص جیسے دشمنوں سے نبرد آزما ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ قولی نقائص سے جہاد کرنا نشان منزل کی خبر دیتا ہے۔ اور حصول مقصد کا پیش خیمہ ہے قولی نقائص سے جنگ کرنے میں لقاءِ حق میں خاطر خواہ پیش رفت ہوتی ہے قولی نقائص مندرجہ ذیل ہیں۔

2.1 کذب بیانی

اسے منافق کی نشانی شمار کیا گیا ہے اور اس کے مرتکب کو لعنتِ اِلٰہی کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

{ ان الصدق بر و ان البر یهدی الی الجنة وان العبد لیتحری الصدق حتی یکتب ثم الله صدیقاً وان الکذب فجور، وان الفجور یهدی الی النار }(1)

بے شک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ کذب تقرب الٰہی سے مانع ہے تب ہی تو موصل الی النار ہے۔

2. خوشامد

فاسق و نااہل کی خوشآمد کرنے والے سے پہلے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے اور اس کے اس فعل سے عرش تھر تھرا اُٹھتا ہے ایک مرتبہ حضرت مظرف رحمۃ اللہ علیہ کے والد عبداللہ الشخیر بنی عامر کے

(1) مسلم ،الجامع الصحیح ،کتاب البر والصلة والاداب ،باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله ،رقم 2607،ص2013/4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمائندوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور حضور سے یوں مخاطب ہوئے'' کہ آپ (ﷺ) ہمارے سید ہیں حضور نے جواباً فرمایا سید تو اللہ تعالیٰ ہے پھر کہا کہ آپ فضیلت میں ہم سب سے بڑھ کر ہیں اس پر آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہنا ہے کہہ دو یا اس سے بھی گھٹا کر کہو کہیں شیطان تمہیں زیادہ باتیں بنانے والا نہ بنا دے'' باوجود اس کے آپ اللہ کی جانب سے تائید کردہ تھے اور قریبی قبیلوں پر فتح یاب تھے لیکن بایں ہمہ آپ نے اپنے لئے بڑے بڑے القاب سننے پسند نہ کئے۔(1)

3. فحش گوئی

فحش گو انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ اور مردود شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا'' قیامت کے روز ترازو میں مومن کا جو سب سے وزنی عمل ہوگا وہ اس کا اچھا برتاؤ ہوگا، اور فرمایا کہ فحش بکنے والے بے حیا شخص کو اللہ تعالیٰ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے(2)

4. کتمان حق

قولی نقائص میں سے بعض ایسے نقائص ہوتے ہیں جو وجودی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ان کا اظہار قابل مذمت ہے اور بعض نقائص عدمی ہوتے ہیں یعنی ان کا اظہار نہ کرنا برا ہے۔ ایسے نقائص میں کتمانِ حق بھی شامل ہے اگر ایک خاص وقت تک کیلئے کتمان حق اظہار کی نسبت زیادہ فائدہ مند ہو تو حق کو چھپانا ہی عقل و دانش کے زیادہ قریب و موافق ہے جیسا کہ اسلامی مشن کی ابتداء'' اقرأ باسم ربك الذی خلق ''(3) سے ہوئی لیکن فوراً ہی آپ نے اظہار عام نہ کیا بلکہ عظیم مشن کی ترویج کیلئے کچھ عرصہ محو عبادت رہے۔ جب حکم تبلیغ ملا تو آپ نے اسلام کا اظہار کھلے بندوں کیا۔

(1) ابو داؤد ، سنن ،کتاب الاداب ،باب فی کراھیة التمادح رقم 4806،ص 254/4

(2) ترمذی،الجامع الصحیح ،کتاب البر والصلة عن رسول الله ،باب ماجاء فی حسن الخلق ، رقم 2003،ص 363/4

(3) العلق،1:96

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

{ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ }(1)

یعنی اے بالا پوش (کمبلی اوڑھنے والے) کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو لیکن یہ حکم اعلانیہ تبلیغ کا نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے چپکے چپکے اس مقدس مشن کو جاری رکھا اور عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو ایمان لانے کو کہا اس عرصہ میں مسلمان ہونے والے لوگ چھپ کر گھروں میں یا غاروں میں عبادت وحدہ لاشریک کیا کرتے تھے یہ سلسلہ ابھی یونہی جاری تھا کہ اعلانیہ تبلیغ کا حکم نازل ہوگیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

{ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ }(2)

کہ حکم خداوندی کو آپ ظاہر کریں اور مشرکین سے آپ بے پرواہ ہوجائیں۔

مزید ارشاد ربانی ہوتا ہے کہ

{ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ o وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ }(3)

یعنی اے نبی اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے اور جو مومن تمہارے پیرو ہوں ان کے سامنے اپنا بازو جھکا دیجئے۔

اس واضح ارشاد کے بعد آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اعلان حق فرمایا، حضور ﷺ کا یہ انداز تدریجی تھی بتقاضہ وقت بالآخر آپ نے واضح اعلان کر دیا۔

5. طعنہ زنی

طعنہ زنی بھی حصول مراتب کے لیے ایک مانع وصف ہے جس کا ارتکاب دوسروں کی دل آزادی اور اپنی پستی و تنزل کا سبب بنتا ہے طعن زنی کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا معتوب ٹھہرتا ہے ایک مرتبہ ام المومنین حضرت صفیہ ایک جنگ میں گرفتار ہوئیں پھر اسلام لائیں آپ نے آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا، ان کا اونٹ بیمار ہوگیا حضور ﷺ نے حضرت زینت رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنی

(1) المدثر، 1:74تا3

(2) الحجر، 94:15

(3) الشعراء، 215,214:26

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضرورت سے ایک زائد اُونٹ صفیہ کو دے دو ان کے منہ سے (طنزا) یہ نکلا کہ میں اس یہودن کو اونٹ دوں، اس (طعنہ) پر آپ ناراض ہو گئے اور ان سے ذوالحجہ، محرم اور صفر کے کچھ دن علیحدہ رہے۔

اس سے بخوبی وضاحت ہو گئی کہ قولی نقائص میں سے طعنہ زنی بہت بڑا نقص ہے کہ جس کے باعث حضور ﷺ ایک طویل عرصہ تک اپنی رفیقہ حیات سے جدا رہے ایسے ہی فریب، ایذاء رسانی، چغلی، متضاد قول و فعل بھی قولی نقائص میں شامل ہیں ان کے خلاف علم جہاد کو بلند کرنا انسان کو بلند و بالا مقامات سے روشناس کرواتا ہے۔

حصول مقصد میں جس تیسرے دشمن سے مبارزت ہوتی ہے وہ ہے نفسانی خواہشات۔

3۔ نفسانی خواہشات

منزل مقصود کے حصول کے لئے انسان کو ایک مزید خاردار وادی سے گزرنا ہوتا ہے اور خوفناک دشمن سے نمٹنا پڑتا ہے عقلمند راہی وہی ہے جو وادی خاردار سے اپنے دامن کو بچائے اور دشمن کے مذموم حربوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرے حتیٰ کہ دشمن خس و خاشاک ہو جائے یہ انسان کا خود اپنا اندرونی دشمن بھی ہوتا ہے۔ جسے "نفسانی خواہشات" سے تعبیر کیا جاتا ہے اس دشمن کے خلاف صف آرائی کو جہاد اکبر کہا گیا۔ ایک مرتبہ جب نبی معظم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ فرمایا۔

(رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر)(1)

یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف پلٹے ہیں۔

قرآن مقدس میں اس دشمن سے لڑائی کرنے والے کو انعام و غنیمت جنت سے سرفراز فرمایا گیا ہے

{ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى }(2)

یعنی اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

---

(1) عبد الرؤف مناوی، فیض القدیر شرح لجامع الصغیر، ص 141/3

(2) النٰزعات، 41,40:79

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفسانی خواہش انسان کے اندر موجود نقادی کا جوہر ختم کر دیتی ہے جس سے انسان اچھے، برے، نیک اور بد، شریف اور شریر، حلال و حرام اور حق و ناحق میں امتیاز کرنے سے عاری ہو جاتا ہے کیونکہ خواہشات نفسانیہ عقل انسانی کیلئے حجاب و ستر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کوٹھی، کار، بنگلے اور اس جیسی دیگر اشیاء کہ جنہیں آج کل معیار زندگی کی کسوٹی قرار دیا جا چکا ہے ان کی خواہش انسان کو اندھا کر دیتی ہے ایسا شخص اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے معاشرتی امن و چین کو کچھ حیثیت نہیں دیتا اُس کا مطمع نظر صرف اور صرف ذاتی منفعت ہوتی ہے جسے حاصل کرنے کیلئے انسانی اقدار کھو بیٹھتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسانی خواہشات انسان کو حق سے دور کر دیتی ہیں۔

(عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان اخوف ما اتخوف علی امتی الهویٰ و طول الامل فاما الهویٰ فیسدُّ من الحق و اما طول الامل فینسی الاخرة)(1)

یعنی حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی امت کے بارے میں جن چیزوں کا مجھے خوف ہے اُن سب میں زیادہ ڈراؤنی دو چیزیں ہیں نفسانی خواہشات اور لمبی آرزوئیں جہاں تک نفسانی خواہشات کا تعلق ہے یہ حق اور لمبی آرزوئیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔

انسان کا اپنے اندر اس قدر نرمی پیدا کر لینا کہ اپنی ہر خواہش کو امر الٰہی کے تابع کر دے علامات مومن میں سے ہے۔ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن مزاج کے نرم اور آسانی سے بات مان لینے والے ہوتے ہیں اس اونٹ کیطرح جس کے ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہو اگر اسے کھینچو تو کھنچا چلا آئے اور اگر سخت پتھر پر بٹھا دو تو بیٹھ جائے گا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کامل مومن کی یہ نشانی کہ اس کی خواہشات کبھی اُس پر غالب نہیں ہوتیں بلکہ اوامر و نواہی کی مطیع و منقاد ہوتی ہیں۔

---

(1) البیهقی، شعب الایمان، ص40/22

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

4۔شیطانی قوت

منزل کے متلاشی کو ایک اور دشمن کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسے شیطانی قوت کہا جاتا ہے یہ دشمن پہلے تین دشمنوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ پہلے تین دشمن (فکری جمود، قولی نقائص اور نفسانی خواہشات) اسی شیطانی قوت کی ہی پیداوار ہیں۔کسی فصل کی تیاری کے وقت جیسے فصل کو اندرونی دشمنوں یعنی کیڑے مکوڑوں سے بچانا ضروری ہے بعینہٖ اسی طرح بیرونی دشمنوں یعنی جنگلی جانوروں سے بچانا بھی نہایت ضروری ہے۔یہی ماجرا منزل کے متلاشی عارف انسان کا ہے کہ جب وہ عارف انسان منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے،تو اندرونی و بیرونی شیطانی قوتیں بھی اتنی ہی فعال ہوتی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے آدمی جنت کے بالکل قریب پہنچ جاتے ہیں کہ شیطانی قوت ان پر اثر انداز ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ جہنم کے ہمقرین ہو جاتے ہیں۔نفس انسان کا اندرونی دشمن ہے اور شیطان انسان کا بیرونی دشمن۔ان دو دشمنوں سے بچنے والا یقیناً واصل حق ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ سطحِ آب پر شیطان نے تخت مکروفریب لگا رکھا ہے وہ اپنے گماشتوں کو چاروں طرف بھیجتا ہے اور جو کوئی جتنی زیادہ گمراہی پھیلاتا ہے وہ اسے اتنا ہی مقرب بنا لیتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں مسلمان ان کی پوجا کریں گے لیکن ایک دوسرے کو آپس میں لڑا دینے کا موقع اسے اب بھی میسر ہے۔(1)

شیطانی وساوس کے متعلق حدیث نبوی ملاحظہ ہو۔

(عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يأتي الشيطان احدكم فيقول من خلق كذا من

---

(1) الهيثمي ، مجمع الزوائد ، باب تطهير ها من الشرك ، ص299/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خلق کذا حتی یقول من خلق ربك فاذا بلغه فلیستعذ باللہ ولینته)(1)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کس نے پیدا کیا؟ یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جب وہ یہاں تک پہنچ جائے تو انسان کو چاہئے کہ اللہ کی پناہ لے اور باز رہے۔

شیطان اسلام کے خلاف کفار ومشرکین کو اکساتا ہے اور گونہ گوں وساوس پیدا کر کے انہیں لڑائی کے لئے تیار کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کفار ومشرکین دشمنانِ اسلام تحریک اسلام کو روکنے اور دبانے کے رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں

5۔ کفار ومشرکین

اس دشمن کی خواہش ہوتی ہے کہ تحریک اسلام کو نیست ونابود کر دیا جائے اللہ تعالیٰ جل مجدہ ایسے دشمن کے متعلق فرماتا ہے۔

{ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ }(2)

اے نبی (ﷺ) کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان سے سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

{ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ }(3)

یعنی اُن (کفار) سے لڑو تا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے اور رُسوا کرے اور تمہیں اُن پر غالب کرے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔

---

(1) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة الابلیس وجنوده رقم 3102، ص1194/3

(2) التوبه، 73:9

(3) التوبه، 14:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

{ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ }(1)

پس مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی گھات میں بیٹھو۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا "بلغ ما انزل اليك من ربك"(2) فرما کر تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا نہ تو ہمیشہ لین ونرمی کرنے کو کہا اور نہ ہی ہمیشہ سختی و درشتی کا حکم صادر فرمایا بلکہ فرمایا

{ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ }(3)

یعنی اے نبی! لوگوں کو بہتر تدبیر اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اللہ کی راہ کی طرف بلائیں

اگر کوئی ذاتیات پر دقیق حملے کرتا ہے تو اس سے درگذر کیا جائے کیونکہ اسلام ہمیں یہی درس دیتا ہے۔حدیث نبوی ہے

" صل من قطعك واعط من حرمك "(4)

جو تجھ سے قطع کرتا ہے تو اس سے مل جا اور جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اس سے درگذر کر

یاد رہے کہ یہ حکم ذاتی معاملات میں ہے۔لیکن اگر کوئی ذاتیات سے بڑھ جاتا ہے اور مذہب اسلام کی تضحیک کرتا ہے اس کی روایات کی تذلیل کرتا ہے اور ملک و دولت کا تمسخر اُڑاتا ہے تو پھر ان حالات میں مسلمانوں کیلئے حکم باری تعالیٰ ہے۔

{ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ }(5)

یعنی اور تم اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔

---

(1) التوبہ،5:9

(2) المائدہ،67:5

(3) النحل،125:16

(4) احمد بن حنبل ،مسند، كتاب مسند الشاميين ،باب حديث عقبه بن عامر الجهني، رقم 16696، ص158/4

(5) البقرہ،193:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

{ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ }(1)

یعنی اور وہ اس آزمائش (جہاد) کے ذریعہ سے سچے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا ہے۔

5.1 مشروعیت جہاد

دین اسلام باہم امن و آشتی سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ایک دوسرے سے درگذر کرنے کو کہتا ہے نیز یہ کہ دامن اسعاف سبھی کیلئے خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو دراز کر دیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ }(2)

یعنی اُنہیں معاف کر دو اور اُن سے درگذر کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

{ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ }(3)

یعنی اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

لیکن جو عصیان و گمراہی میں اس قدر مبتلا ہو چکے ہوں کہ نہ تو انسان کا صبر و تحمل اور نہ ہی اسعاف و درگزر سے کام لینا ان پر کچھ اثر انداز ہوتا اور وہ مزید گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہوں اور اسلامی مشن میں رکاوٹیں ڈال رہے ہوں حق سننے سے ان کی سماعت منحرف ہو، حق دیکھنے سے بے بہرہ ہوں اور ان کے دلوں پر قساوت کی مہریں چسپاں ہو چکی ہوں ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مقدس یوں ناطق ہے۔

{ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ }(4)

یعنی آگاہ ہو جاؤ بے شک وہی لوگ زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔

---

(1) اٰل عمران، 141:3

(2) المائدۃ، 13:5

(3) اٰل عمران، 186:3

(4) البقرۃ، 12:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اب تو ان کا استیصال کرنا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ بے چینی واضطراب کے بادل پورے معاشرے پر چھا جائیں گے۔ تو اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ کن حالات میں ہمیں ان کے ساتھ جنگ لڑنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔

کافروں کے سامنے دو چیزیں رکھی جاتی ہیں اُن میں سے کسی ایک پر بھی رضامند ہو جائیں تو جہاد کرنے سے اعراض کیا جاتا ہے، اور اگر دونوں کا انکار کر دیں تو تب جہاد کیا جاتا ہے، وہ دو امور یہ ہیں۔

سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے۔ ۲۔ عدم قبولیت کی صورت میں جزیہ طلب کیا جائے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے حملہ کر دیا جائے۔

مظلومین کی دادرسی کیلئے بھی جہاد کیا جاتا ہے وہ مظلومین مسلمان ہوں یا ذمی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں کرتے ہو حالانکہ کمزور (مظلوم) مرد، عورتیں اور بچے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اس بستی سے نکال لے جا کہ جس کے بسنے والے ظالم ہیں (1)

جب کوئی دشمن ملک پر حملہ آور ہو جائے تو اُس سے بھی جہاد کیا جائے۔

{ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ }(2)

یعنی اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

دشمن فتنہ وفساد پیدا کرے، دشمن عہد نامے کی پاسداری نہ کرے اور غداری کا مرتکب ہو۔

{ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ }(3)

یعنی پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اُنہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو۔

مندرجہ بالا امور میں سے اگر کوئی پایا گیا لیکن اس کے باوجود جہاد نہ کیا گیا تو پھر سمجھ لیا جائے کہ لوگوں نے فرمان الٰہی کو دل میں مکمل جاگزیں نہیں ہونے دیا، اور اپنے فریضہ سے کوتاہی برتی

(1) النساء، 75:4

(2) البقرہ، 190:2

(3) النساء، 89:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کیونکہ بھلائی کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا اس کا فرض تھا۔ اور مندرجہ بالا بدترین باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

{ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ }(1)

یعنی تم سب بھیجی گئی امتوں سے بہترین امت ہو (کیوں کہ) لوگوں کیلئے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیہ مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی تخلیق ہی اس لئے ہے کہ جس برائی کو دیکھے اُسے ختم کرنے کی کوشش کرے۔ نیز قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔

''تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے جو نیکی کی دعوت دے، بھلائی کی ہدایت کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

مندرجہ بالا امور کے ظہور کے وقت جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ سے ہٹ جاتی ہے تو غلامی کی زنجیریں اس کا مقدر اور مفلسی و ناداری اس کا نصب العین بن جاتی ہے۔ وہ قوم غضب الٰہی کی داعی بن جاتی ہے اور عتاو سرزنش کی مستوجب ایسی قوموں کی جگہ دوسری قومیں سنبھالا کرتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ، وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا }(2)

اگر (جہاد کیلئے) کوچ نہ کرو گے تو تمہیں اللہ سخت عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔

---

(1) آل عمران، 110:3

(2) توبہ، 39:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

5.2 جہاد کے اہم بنیادی مقاصد

1۔ ابتلاء وآزمائش

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ لَتُبْلَوُنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ }(1)

یعنی ضرور ضرور تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں اور جانوں میں۔

اس آزمائش سے مومنوں اور کافروں میں بخوبی امتیاز ہو جاتا ہے مومن جہاد کیلئے کمر بستہ ہو جاتا ہے لیکن منافق ہوش رفتہ ہو جاتا ہے مومن جہاد پہ جانے کی دعائیں کرتا ہے مگر منافق پیچھے رہ جانے کی التجائیں کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''پیچھے رہنے والے اپنے رسول اللہ سے جدا ہو کر بیٹھ دینے سے خوش ہو گئے اور اس بات سے گھبرائے کہ اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں (2)

یہاں منافقین کی نشانی ذکر کر دی گئی ہے وہ ابتلاؤ وآزمائش کے ان لمحات سے گھبراتا ہے نہ صرف یہ کہ خود جہاد سے رکتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی حیلے بہانوں کے ذریعہ اکساتا ہے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا

{ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ }(3)

(گرمی کا بہانہ بنا کر پیچھے رہنے والوں سے) اے نبی فرما دیجئے دوزخ کی آگ بہت سخت گرم ہے اگر انہیں کچھ سمجھ ہوتی۔

2۔ اعلائے کلمہ حق

پرچم حق کی سرخروئی جہاد کے مقاصد میں سے ایک ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''تم اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے (4)

(1) ال عمران ، 186:3
(2) التوبہ، 81:9
(3) التوبہ، 81:9
(4) البقرہ، 193:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

3۔ توکل کی پیدائش

توکل انسانی خصائل حمیدہ میں سے ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کی نشانی بھی قرار دیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ سے مجاہد توکل کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ لڑائی کیلئے سامان حرب کی فراوانی اگرچہ نہایت ضروری ہے لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ جب کبھی باطل اپنا زور بازو دکھائے تو توکل علی اللہ کر کے سینہ سپر ہو جانا چاہئے۔ غزوۂ احد میں نقصان پشیمانی اٹھانے پر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو درس توکل عطا فرمایا۔

{ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ }(1)

یعنی اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ آسکے گا اور اگر تمہاری مدد نہ کرے گا تو ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے، مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

جنگیں سامان حرب کی فراوانی سے نہیں بلکہ عشق و مستی کی جولانی سے لڑی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ

{ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ }(2)

یعنی بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر۔

4 استیصال تشدد

ہر عہد میں حق و باطل باہم صف آراء رہے ہیں جب کبھی بھی باطل نے کروٹ لی ہے اسی دم حق نے عصائے کلیمی سے اس کی سرکوبی کی ہے۔ غریبوں کا استحصال، بے نواؤں پر ظلم، بے آسراؤں پر شدائد، مفلسوں کی آبروریزی، امارت کو منصب وزیبائی قرار دینا ہمیشہ سے باطل کے مشاغل چلے آرہے اور حق ہمیشہ سے ہی اس کی سرکوبی کرتا چلا آرہا ہے۔ لیکن جب تشدد باطل حد سے متجاوز ہو جاتا ہے تو اسکے استیصال کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ بے شمار مقامات پر مسلمانوں کی

(1) ال عمران، 160:3
(2) البقرۃ، 249:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فتح کا راز ہی جذبہ استیصال تشدد تھا۔ چنانچہ جب مسلمان کسی ملک پر حملہ آور ہوئے تو وہاں کے مظلومین مسلمانوں کی معاونت میں نہروں پر پل باندھتے، سراغ رسائی کے کام سرانجام دیتے اور فصیل شہر توڑنے پر مرحبا مرحبا کہتے۔ اصالۃ تو اگرچہ جہاد سے متعلقہ ہی مقاصد تھے لیکن ضمناً بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسے ریاست کی وسعت، مال غنیمت، رعب و دبدبہ، صبر و شکر، ہمت و قوت، اسلامی تبلیغ کے مواقع وغیرہ

؎ جنگ شاہان فتنہ و غارتگری است
جنگ مومن سنت پیغمبری است

5.3 مشروعیت کا پس منظر

فرضیت جہاد کا تاریخی پس منظر کچھ یوں ہے۔ حضور ﷺ نے ابتدائے اسلام میں فریضہ دعوت و تبلیغ نہایت ہی احسن انداز میں خفیہ طریقہ سے سرانجام دیتے رہے بامر الٰہی جونہی آپ نے کلمہ توحید کا علی الاعلان پرچار شروع کیا تو کفار و مشرکین نے خوب مخالفت شروع کر دی۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے جانے لگے۔ مقاطعہ تک کی نوبت پہنچی، انہیں ایذا رسانیوں کا ہی ثمرہ تھا کہ ہجرت حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی لیکن اس کے باوجود بھی کفار مکہ امن و چین سے نہ بیٹھے کیوں کہ وہ اس تحریک اسلام کو کچلنے کے درپے ہو گئے تھے دیگر اہل مدینہ کو بدستور مسلمانوں کی مخالفت کیلئے اکساتے رہے۔ جب شدائد حد سے گزر گئے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک گروہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا "یارسول اللہ! آپ ہمیں لڑنے کی اجازت دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی رُکو، کیوں کہ مجھے ابھی تک قتال کا حکم نہیں ملا، چنانچہ جہاد سے متعلقہ جو پہلی آیت کریمہ نازل ہوئی وہ یہ تھی۔

{ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ }(1)

(1) الحج، 39:22
الرازی فخرالدین، التفسیر الکبیر، ص 39/23
ابن جریر الطبری، جامع البیان من تاویل ای القرآن، ص 172/15

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی جن سے کافر لڑتے ہیں اُنہیں اجازت ہے (جہاد کی) اس بناء پر کہ اُن پر ظلم ہوا ہے۔ اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے۔

حرمت والے مہینوں میں مقاتلت نہ کرنا ابتداء اسلام میں یہ نظریہ قائم تھا لیکن بعد میں اذن عام ہو گیا مسلمانوں پر جہاد فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

{ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ }(1)

کہ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔

شیخ احمد صاوی مالکی اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔

" (الجهاد) وهو فرض عين ان فجأ العدو وكفاية ان لم يفجأ بأن كان فى بلده و نحن الطألبون له "(2)

یعنی جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن حملہ آور ہو اگر دشمن حملہ آور نہ ہو بلکہ اس کے شہر میں ہم اس کا تعرض کریں تو پھر جہاد فرض کفایہ ہے۔

اگر عوام جہاد کرنے میں کاہلی و سستی برتیں تو حکومت اپنے اختیار سے لوگوں کو زبردستی بھرتی کر کے جہاں چاہے بھیج سکتی ہے مگر چند ایک نفوس کو جہاد نہ کرنے کی اجازت ہے۔

{ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ }(3)

یعنی اندھے پر تنگی نہیں اور نہ اندھے پر مؤاخذہ اور نہ لنگڑے پر مضائقہ ہے۔

ایسے ہی بچے پر غیر مکلّف ہونے کی وجہ سے غلام پر خدمتِ مولی کی وجہ سے مقطوع الاعضاء پر بوجہ اس کے عاجز ہونے کے، قرض دہندہ پر بغیر اجازت غریم کے ایسے ہی شہر کے سب سے بڑے عالم دین پر بوجہ اس کے اعزاز و تکریم کے جہاد واجب نہیں (4)

---

(1) البقرة،2:216

(2) حاشيه الصاوى على تفسير الجلالين ،ص98/1

(3) النور،24:61

(4) قدورى ،ص222

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن دشمن اسلام اگر ملک پر حملہ آور ہو جائے تو اندریں صورت تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ حاشیۃ الطحاوی میں کافر کے علاوہ باغی کو بھی دشمن ہی قرار دیا گیا ہے۔

5.4 رموز فتح

الف۔ فضل الٰہی نہ کہ سامان حرب کی فراوانی

{ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ }(1)

یعنی (اے کافرو) تمہاری جمعیت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو اور یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

ب۔ ثابت قدمی اور ذکر الٰہی

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ }(2)

یعنی اے ایمان والو جب کبھی تم کسی جماعت سے جہاد کرو تو ثابت قدم رہو اور ذکر الٰہی کی کثرت کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ج۔ اطاعت اللہ، اطاعت رسول کی مصالحت

{ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ }(3)

یعنی مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم مت جھگڑو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

د۔ صبر و تحمل

{ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ }(4)

اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

---

(1) الانفال، 19:8
(2) الانفال، 45:8
(3) الانفال، 46:8
(4) الانفال، 46:8

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ھ۔ عجز وانکساری

{ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ }(1)

یعنی مومنوان کافرلوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو(بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے۔

و۔ توکل کرنا

{ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ }(2)

جو شخص اللہ پر توکل (بھروسہ) کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب حکمت والے ہیں۔

ح۔ بے خوفی

{ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ }(3)

یعنی کیا (مشرکین کے ساتھ لڑنے سے) تم ڈرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

5.5 فضیلت جہاد

جہاد کرنے میں اللہ تعالیٰ کو کوئی منافع میسر نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے امور سے مبرا ہے۔ البتہ انسان کی اپنی بھلائی اس میں ضرور پنہاں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ }(4)

یعنی جو اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے سو وہ اپنے ہی نفس کیلئے کرتا ہے
بے شک اللہ تمام جہانوں سے غنی ہے۔

اور جہاد کرنے سے جو منافع انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ بھی کوئی مخفی نہیں ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(1) الانفال،47:8
(2) الانفال،49:8
(3) التوبہ،13:9
(4) العنکبوت،6:29

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الف۔ تائیدِ الٰہی

مجاہدین کی خود اللہ تعالیٰ اور بذریعہ ملائکہ اعانت فرماتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''تین اشخاص کی اعانت اللہ کے ذمہ ہے۔ ایک اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا دوسرا وہ شخص جو مکاتب ہو اور روپیہ کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو تیسرا وہ شخص جو پارسائی کے ارادہ سے نکاح کرتا ہو۔(1)

ایسے ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ }(2)

اور ہمارے ذمے کرم ہے مسلمانوں کی مدد کرنا۔

ب۔ حصولِ عظمت

قیامت کے روز مجاہد اپنے سر پر عظمت و سرخروئی کا تاج سجائے ہوئے ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا }(3)

یعنی جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے یا غالب آ جائے

یقیناً ہم اُسے بہت بڑا بدلہ دیں گے۔

بوقت روانگی سے واپسی تک مجاہد کا جونسا بھی حال ہو جام شہادت نوش کر چکا یا زخموں سے متأثر مجاہدین کی خدمت میں مصروف رہا یا محض جذبہ جہاد کو سینے میں سمائے ہوئے تھا ہر حال میں ثواب کا مستحق ہے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر حضور نے مسلمانوں سے فرمایا تھا ''مسلمانو! جنت کیلئے اُٹھو

---

(1) ترمذی ، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والناکح والمکاتب وعون الله ، رقم 1655، ص184/4

(2) الروم، 47:30

(3) النساء، 74:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جس کا عرض اور وسعت زمین و آسمان سے بھی زیادہ ہے۔ صحیحین کی ایک روایت کے مطابق مجاہد سب سے افضل انسان ہے(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سو(۱۰۰) درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں جہاد کرنے والے کیلئے تیار کیا ہے۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔(2)

ج۔ مستجاب الدعوات ہونا

مجاہد مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور خدائے بزرگ و برتر کی مہمانی سے مشرف ہوتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اس کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔

د۔ بلاحجاب ہم کلام خدا ہونا

جہاد میں شہید ہونے والے سے اللہ تعالیٰ بلاحجاب گفتگو فرماتا ہے جیسا کہ حدیث اس پر ناطق ہے حضرت جابر کے والد جب شہید ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے جابر! تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ سے کیا باتیں کیں جابر نے کہا مجھے خبر نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے حجاب میں گفتگو کرتا ہے مگر تیرے باپ سے بلاحجاب اور بالمشافہ بات چیت ہوئی۔(3)

ھ۔ جہاد کا مرغوب النبی ﷺ ہونا

جہاد کو ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ نبی معظم ﷺ نے جہاد سے رغبت کا اظہار کیا ہے جس کی عکاسی حضور ﷺ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان

(1) المسلم ، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ ، باب ثبوت الجنۃ للشہید رقم 1901، ص1510/3

(2) المسلم ، الجامع الصحیح ، کتاب الامارۃ ، باب بیان ما اعدہ اللہ تعالیٰ للمجاہد فی الجنۃ من، رقم 1884، ص1501/3

(3) ابن ماجہ ، سنن ، کتاب المقدمۃ ، باب فیما انکرت الجہیمۃ ، رقم 190، ص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں (1)

ایسے ہی دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمر بن جموح، حضرت منذر اور حضرت علی المرتضیٰ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونے کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کے پاؤں جہاد کے راستہ میں گرد آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے تیز گھوڑے کی ہزار سال رفتار کے فاصلہ کی مثل دور کردے گا جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا اس پر شہداء کے نام کی مہر لگا دی جائے گی۔ قیامت کے روز وہ زخم نور سے چمکتے ہوں گے۔ مجاہد کے زخموں کا رنگ زعفران کا سا ہوگا اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی جس کے سبب مجاہد کو تمام اہل محشر پہچان لیں گے (2)

و۔ مجاہد کا معصیت سے پاک ہونا

مجاہد سے معصیت کے داغ ختم کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کو اس کے لئے جائے استقرار بنا دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذاء دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے ضرور میں ان کی خطائیں ان سے دور کر دوں گا اور انہیں یقیناً میں جنت میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ہے ثواب اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔ (3)

---

(1) احمد بن حنبل ، مُسند، کتاب باقی مسند المکثرین ، باب باقی مسند السابق ، رقم 10037، ص 424/2

(2) ترمذی ، سنن ، کتاب فضائل الجهاد عن رسول الله ﷺ ، باب ماجاء فیمن یکلم فی سبیل الله ، رقم 1657، ص 185/4

(3) آل عمران ، 195:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ii ارتداد کا تعارف

﴿الف﴾ ارتداد کا مفہوم

1۔ لغوی مفہوم

ارتداد کا لغوی مفہوم ہے آدمی کا جس راستے سے آیا ہو اُسی راستہ کی طرف لوٹ جانا۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں، ردت، ارتداد کا اسم ہے "ارتد" کا معنی ہے "تحول" یعنی پھر گیا۔

2۔ اصطلاحی مفہوم

اصطلاح شرع میں مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانے کو ارتداد کہتے ہیں۔

قرآن مقدس میں لفظ ارتداد دونوں معانی (لغوی و اصطلاحی) کیلئے استعمال ہوا ہے۔

{ فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِهِمَا قَصَصاً }(1)

یعنی موسیٰ اور آپ کے ساتھی اپنے قدموں کے نشانات پر واپس ہوئے۔

نیز فرمایا

{ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِكُمْ }(2)

یعنی پیچھے مت ہٹو۔

مذکورہ دونوں آیات ہیں۔ لفظ "ارتداد" بعینہ سابقہ راستے سے واپس پلٹنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے درج ذیل آیات میں فقط "ارتداد" اصطلاحی مفہوم کو واضح کر رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ }(3)

(1) الکہف، 64:18

(2) المائدہ، 21:5

(3) المائدہ، 54:5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اے ایمان دارو تم میں سے جو بھی شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ اللہ ان سے پیار کرے گا اور وہ اللہ سے پیار کریں گے۔

نیز فرمایا

{ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ }(1)

یعنی تم میں سے جو شخص بھی اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں مرے گا تو دنیا اور آخرت میں ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

﴿ب﴾ ارتداد کی سزا

مرتد کو یہ کہہ کر چھوڑ نہ دیا جائے گا کہ اس کا اپنا ذاتی معاملہ ہے اس شخص سے صرف نظر کرنا پورے معاشرے کو حالت اضطراب میں لانا ہوگا اس ایک شخص کی وجہ سے دوسرے افراد کو بھی اسلام کے لافانی اور ابدی ضابطوں کو چھوڑنے میں ترغیب ملتی ہے اس لئے مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا اور مرتد کی سزا حسب ذیل ہے۔

1 قتل

شریعت اسلامیہ کو کسی بھی شخص کو دین اختیار کرنے کیلئے مجبور نہیں کرتی یہ شرعا ممنوع ہے(2)اور اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے مسلمان ہو جاتا ہے اور پھر کسی غرض سے دوبارہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے تو اسلام نے اس کی سزا قتل رکھی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔(من بدل دینه فاقتلوه)(3)

یعنی جو مسلمان اپنے دین کو بدل سے تو اسے قتل کردو۔

---

(1) البقرہ،217:2

(2) البقرہ،256:2

(3) بخاری ، الجامع الصحیح ،رقم، 3017ص 423/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

''جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑا دو''(1)

2 املاک کا ضبط کرنا

مُرتد کی سزا اس کی املاک کو ضبط کرنا ہے۔ البتہ جس مال کو ضبط کرنا ہے اس کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے شوافع کی رائے کے مطابق مرتد کی تمام املاک کو ضبط کر لیا جائے گا جبکہ امام ابوحنیفہ (2) کے مسلک میں مرتد کی صرف وہ املاک ضبط کی جائیں گی جو اُس نے حالت ارتداد میں حاصل کی ہوں اور ارتداد سے پہلے کی املاک اس کے مسلمان ورثاء کا استحقاق ہے۔(3)

﴿ج﴾ مرتدہ کے قتل کی بابت اختلاف رائے

عورت کے اسلام سے پھر جانے پر اُسے قتل کرنے اور نہ کرنے کی بابت اختلاف فقہاء ہے جمہور علماء کے نزدیک مرتد مرد ہو یا عورت اس کا ایک ہی حکم ہے جیسے مرتد مرد کو قتل کر دیا جائے گا اسی طرح مرتدہ کو بھی قتل کر دیا جائے گا البتہ احناف کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام سے پھرنے والی عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مسلمان ہونے تک اُسے نظر بند رکھا جائے۔ احناف کا یہ کہنا ہے کہ مرتدہ کو اصلی کافرہ پر قیاس کیا جائے گا جیسے اصلی کافرہ کو اس کے کافر رہتے ہوئے قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح مرتدہ کو حالت ارتداد میں قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جہاں کہیں کافر مردوں کو سزا دینے کا حکم ہے وہ محض ان کے فتنہ و فساد کو دور کرنے کی غرض سے ہے۔ عورت اپنی خلقت کے اعتبار سے فتنہ انگیزی میں کافر مرد کا مقابلہ نہیں کرتی اس لئے اس کی سزا بھی کافر مرد کی طرح نہیں ہے۔(4)

---

(1) امام مالك ، مؤطا ص 641

(2) ﴿ابوحنیفہ النعمان﴾ امام، مجتہد اکبر، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی کوفہ میں پیدا ہوئے، آپ نے حماد بن ابی سلیمان سے علم الفقہ کا حصول کیا۔ وکیع بن الجراح اور ابن المبارک کا شمار آپ سے روایت کنندگان میں ہوتا ہے۔ علم الفقہ میں آپ سے بہت سے علماء نے اکتساب کیا ہے۔ ابو یوسف، محمد بن حسن اور زفر جیسی عظیم شخصیات بھی کسبِ علم کرنے والوں میں شامل ہیں۔(وفیات الاعیان، ص 250/2)

(3) ابن قدامه ،المغنى 174/7

(4) ابن همام كمال الدين ، فتح القدير معه الهدايه ص 386/4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿د﴾ اِرتداد اور توبہ سے متعلق آراء

دائرہ اسلام سے خارج ہوجانے والے شخص کو قتل کرنے سے پہلے اُسے توبہ کی پیشکش کی شرعی حیثیت کیا ہے اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ امام مالک، ثوری، اوزاعی کے مطابق مرتد کو توبہ کی پیشکش کرنا واجب ہے۔ امام احمد کے مطابق مرتد کو توبہ کی پیشکش کرنا واجب نہیں ہے۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق مرتد کو توبہ کی پیش کش کرنا واجب نہیں ہے کیوں کہ حضور ﷺ فرمان عالی شان مطلق ہے کہ جس نے دین کو بدلا اُسے قتل کر دو، یہاں قتل سے پہلے توبہ کی پیش کش کا ذکر نہیں ہے۔

جن فقہاء نے مرتد کیلئے توبہ کو پیش کرنا ضروری قرار دیا ہے ان کا استدلال حضور ﷺ کا مرتد عورت کی بابت ارشاد عالی شان ہے۔

''اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے''

یہاں توبہ کا موقع دینے کے بعد قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(1)

﴿ھ﴾ مرتد کیلئے مہلت کا مسئلہ

مرتد کو فوراً قتل نہ کر دیا جائے بلکہ تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ مرتد سوچ بچار کر لے ہوسکتا ہے کہ ان دنوں میں اس کی اصلاح ہوجائے اور پھر مسلمان بن جائے۔(2)

﴿و﴾ مرتد کیلئے سزا میں مصلحت

کافر کے مسلمان ہوجانے کے بعد دوبارہ کافر ہوجانا یہ شروع سے ہی کافر شخص کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے دائرہ اسلام میں لانے کیلئے اسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا از خود مسلمان ہونے سے پہلے اس کے پاس سوچ و بچار، تفتیش و تحقیق کی گنجائش موجود تھی یہ شخص تحقیق کر سکتا تھا

(1) ابن رشد، بداية المجتهد ص383/2

(2) السرخسی، المبسوط ص107/10

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ کافر ہونے میں کمزور ایمان مسلمانوں کیلئے پھسلنے کی ایک گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اور جو لوگ اسلام میں مضبوط ہیں ان کے دل میں بھی شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ نے اس حقیقت کو ان کلمات سے واضح فرمایا ہے۔

{ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ }(1)

یعنی اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس سے انکار کر دو شاید کہ اس طرح کرنے سے یہ مسلمان لوگ اپنے دین سے پھر جائیں۔

﴿ذ﴾ قتل مرتد حریت فکر کے خلاف نہیں

شریعت اسلامیہ نے عقل کو حریت ضرور عطا کی ہے مگر بے لگام نہیں چھوڑا۔ جس طرح شرعاً انسان حریت عمل رکھتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقاصد شریعہ کے خلاف بھی عمل کرے تو اسے کچھ نہ کہا جائے بلکہ چور، ڈاکو، شرابی، زانی کو سزا دی جاتی ہے۔ کاروبار کرنے میں ہر شخص آزاد ہے مگر شراب فروشی پر پابندی لگا دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ شخص کاروبار کرنے میں آزاد نہیں ہے بلکہ آزاد ہونے کے باوجود اس پر پابندی اس لئے لگا دی گئی ہے کہ یہ عمل مصلحت عاملہ کے خلاف تھا اور مقصد شرعی کے منافی تھا۔ بالکل اسی طرح اسلام حریت فکر کا قائل ہے۔ مگر اسلام فکر کو پابند بھی رکھتا ہے۔ اسلام لانے کے بعد کسی کے مرتد ہونے کے فیصلہ کو اسلام بے لگامی قرار دیتا ہے اور مرتکب کو سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

دنیا کے تمام ممالک غداروں، حکومت کے باغیوں، انقلابیوں کو سخت سے سخت سزا دیتے ہیں بعض ممالک تو پھانسی پر لٹکا دیتے ہیں اور ساتھ کہتے ہیں کہ یہ حریت فکر کے خلاف نہیں ہے بلکہ استحکام

(1) آل عمران، 72:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معاشرت کیلئے ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جب مُلک کے غدار کو پھانسی دینا حرت فکر کے خلاف نہیں تو دین کے غدار کو موت کے گھاٹ اتارنا حریت فکر کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟

iii بدعت کا تدارک

﴿الف﴾ بدعت کا مفہوم

1۔لغوی مفہوم

بدعت کا لفظ ''با'' کی زیر کے ساتھ ''ابتداع'' سے اسم ہے جیسے رفعت ''ارتفاع'' سے اسم ہے اس کا معنی ہے کوئی ایسی چیز ایجاد کرنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو(1)

2۔اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں بدعت کی تعریف متعدد علماء کے حوالہ سے حسب ذیل ہے۔

2.1 امام شاطبی نے بدعت کی دو تعریفیں کی ہیں

پہلی تعریف: شریعت میں بدعت سے مراد دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کر لینا ہے جو کسی شرعی کام کے مشابہ ہو اور اس سے مقصود

اللہ کی عبادت میں مبالغہ کا اظہار ہو(2)

دوسری تعریف: بدعت دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ ایجاد کر لینا ہے جو کسی شرعی کام کے مشابہ ہو اور اس پر عمل کرنے کو ایسا سمجھا جائے جیسے کسی شرعی کام پر عمل کیا جا رہا ہے۔(3)

2. عبدالعزبن عبدالسلام نے بدعت کی تعریف حسب ذیل کی ہے۔

بدعت وہ کام ہے جو حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود نہیں تھا پھر انہوں نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

(1) القاموس المحیط ، ص183/1

(2) الشاطبی ، الاعتصام،ص 30/1

(3) الشاطبی ، م ن ، ص 31,30/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بدعت واجبہ، بدعت محرمہ، بدعت مندوبہ، بدعت مکروہہ، بدعت مباحہ(1)

3. علامہ ابن اثیر جذری نے بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام کو حسب ذیل رقم کیا ہے۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ

جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور مکروہ ہے اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو۔ یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اُس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے۔ اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود ہو جیسے سخاوت اور دوسرے نیک کام وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیوں کہ حضور ﷺ نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے آپ نے فرمایا، جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی، اُسے اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور جو برے کام کی ابتداء کرے اس کے بارہ میں فرمایا جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو(2)

4. علامہ سید شریف الجرجانی نے بدعت کی دو تعریفات کی ہیں۔

پہلی تعریف: بدعت وہ کام ہے جو سنت کے مخالف ہو اور اسے بدعت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔

دوسری تعریف: بدعت وہ نیا کام ہے جسے صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔(3)

(1) العز بن عبد السلام ، قواعد الاحکام ، 203/2

(2) ابن اثیر جذری ،النہایہ ، ص106/1

(3) الجرجانی ، التعریفات ،ص16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿ب﴾ اقسام بدعت

امام نووی (1) نے بدعت پر انتہائی وسعت سے حسب ذیل رقم کیا ہے۔

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے" وہ نیا کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ"

شیخ امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے انہوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔

واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح

انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شریعہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو وہ (بدعت) واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے۔ اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراہت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ، اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔

پہلی قسم: بدعات واجبہ

بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔

علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے یہ اس لئے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہوسکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔

دوسری مثال: قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کیلئے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال دین کے

(1) شیخ الاسلام محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف بن مری الانصاری 631ھ کو پیدا ہوئے۔ دمشق میں پہنچ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، فقہ، لغت اور زہد و تقویٰ میں آپ نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں، منہاج الطالبین، المنہاج علی شرح صحیح مسلم، آپ 676ھ کو دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔
(العبر، ص 333/3، شذرات الذہب، ص 354/5)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا، چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تا کہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شریعہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں اپنی ضروریات سے زیادہ علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکورۃ الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسری قسم: بدعات محرمہ

بدعات محرمہ میں بعض مثالیں یہ ہیں۔

قدریہ، جبریہ اور مرجئہ کے نظریات

یہ بدعات محرمہ ہیں اور ان لوگوں پر رد کرنا، بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔

تیسری قسم: بدعات مستحبہ

بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔

سرائے اور مدارس بنانا، اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا، جماعت تراویح (پورے رمضان میں) تصوف کی مشکل ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ، اور اس مقصد کیلئے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضاء الٰہی ہو۔

چوتھی قسم: بدعات مکروہہ

بدعات مکروہہ کی بعض مثالیں یہ ہیں

مساجد کی زیب وزینت (بعض صحابہ کے نزدیک)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ توسیع کر دی، دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون بھی نقشین پتھروں کے بنائے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی تو عبید اللہ الخولانی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے بکثرت اعتراض کئے۔(1)

(1) مسلم ،الجامع الصحیح ، کتاب المساجد ،باب فضل بناء المسجد والحث علیها رقم الحدیث 533،ص 14/5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پانچویں قسم: بدعات مباحہ

بدعات مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔

صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، چادریں اوڑھنا، کھلی آستینوں کی قمیص پہننا، ان امور میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہہ میں داخل کیا ہے۔ بعض علماء نے انہیں عہد رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے، نہ ہونے کا اختلاف ہے یہاں تک عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے (اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں) امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جو کتاب وسنت اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے۔

دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور بدعت غیر مذموم ہے حضرت عمر نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا مگر اچھا ہے کیوں کہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبارت ہے۔(1)

بعض جلیل القدر علماء نے عبدالعزیز بن عبدالسلام اور بعض نے امام نووی کے حوالہ سے بدعات کی انہی پانچ اقسام کا ذکر کیا ہے جن میں درج ذیل علماء شامل ہیں۔

1۔ ملا علی قاری (2)

2۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (3)

3۔ علامہ ابن عابد بن شامی (4)

(1) النووی ، ، تہذیب الاسماء واللغات ،ص 23,22/1

(2) ملا علی قاری ، مرقات ، ص 216/1

(3) محدث دہلوی ،عبدالحق، اشعۃ اللمعات ،ص 125/1

(4) ابن عابدین، رد المختار ، ص 523/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

4۔ علامہ سید محمد آلوسی (1)

5۔ علامہ ابن حجر مکی (2)

6۔ علامہ وشتانی مالکی (3)

7۔ علامہ جلال الدین لسیوطی (4)

8۔ علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی انہی پانچ اقسام کو ذکر کیا ہے۔(5)

علامہ ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کی بابت رقمطراز ہیں۔

اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے؟ اور کیا چیز بدعت نہیں ہے؟ کیوں کہ زیادہ تر لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں انہوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے کہ جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اُسے عقل پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کر لے اور یہ چیز بعینہ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیوں کہ بدعات حسنہ کا ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے، اور جب یہ بات ثابت ہوگی تو مصالح مرسلہ اور

---

(1) آلوسی، سید محمد، روح المعانی ، ص192/27

(2) مکی ،ابن حجر ، فتاویٰ حدیثیہ ، ص130

(3) وشتانی مالکی ، اکمال، اکمال المعلم ص 23/3

(4) السیوطی ، جلال الدین ، الحاوی للفتاویٰ ص 192/1

(5) سنوسی ابو عبد اللہ ، اکمال، اکمال المعلم ص 23/3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔(1)

شاطبی مزید رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کی بابت ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتی کہ جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لئے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں اُن مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا جائے حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شریعہ کے بالکل مناسب تھی کیوں کہ قرآن حکیم کو مصحف واحد میں جمع کرنا، شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا، اور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن حکیم کو جمع کرنا اس لئے تھا تا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف پیدا نہ ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو سمجھ لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اس وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔ ملخص(2)

بدعت اور بدعت کی اقسام کو عمائدین اسلام کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے جو حضور ﷺ نے نہ تو اختیار کیا اور نہ ہی اُس سے منع کیا ایسا کام اگر دینی مصلحت کے مطابق ہے تو یہ عمل بدعت حسنہ کہلائے گا اور اگر دینی مصالح و مقاصد کے خلاف ہے تو یہ بدعت سیئہ کہلائے گا اور وہ شخص جو بدعت سیئہ کا علمبردار ہے وہ تعزیراً سزا کا مستحق قرار پائے گا ایسے بدعتی کو

(1) الشاطبي ، الاعتصام ، ص111/2

(2) الشاطبي ، م ن ، ص115/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سزا دینا یہ حفاظت دین کا سلبی پہلو ہے۔ مجرم اور جرم کی حالت ونوعیت کے لحاظ سے قتل تک سزا بھی دی جاسکتی ہے۔(1)

عقائد اسلامیہ کے خلاف پرچار یا انکار اسلام کے سیاسی غلبہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والے، شعائر اسلامیہ کی تضحیک وتذلیل اسلام کے متعلق ناقص معلومات کو اسلامی معلومات کے رنگ میں پیش کرنے والے افراد کا محاسبہ، ان کے حالات کے مطابق انہیں سزائیں دینا یہ سب کچھ حفاظت دین کا سلبی پہلو کہلاتا ہے۔

(1) الغزالی ، المستصفیٰ ، ص 287/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari